گوہرِ حکمت

(بیسواں شمارہ)

انعامی سلسلہ
ترغیبِ مطالعہ پروگرام

معراجِ بشریت
سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد

Green Island Publications
(A Project of GIT®)
Karachi - Pakistan

THE BARON
HOTEL & RESTAURANTS
PLATINUM SPONSOR

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گوہرِ حکمت (بیسواں شمارہ)

معراج بشریت

سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ناشر: گرین آئی لینڈ پبلیکیشنز (GIP)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	:	معراجِ بشریت - سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اقتباس از	:	منتہی الآمال - ثقۃ المحدثین شیخ عباس قمیؒ
ترتیب	:	حجۃ الاسلام مولانا مجاہد حسین دامانی قمی
		حجۃ الاسلام مولانا سید ہاشم عباس زیدی
تصحیح	:	حجۃ الاسلام مولانا قمر علی لیلانی
ڈیزائنر	:	علی رضا بھانجی
تاریخ اشاعت	:	ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ
پیشکش	:	گرین آئی لینڈ یوتھ فورم (GIYF)
ناشر	:	گرین آئی لینڈ پبلیکیشنز (GIP)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خَيْرُ إِخْوَانِكَ مَنْ نَسِيَ ذَنْبَكَ وَذَكَرَ إِحْسَانَكَ إِلَيْهِ

تمہارا بہترین (دینی) بھائی وہ ہے جو اپنے بارے میں تمہاری خطاؤں کو بھول جائے اور اپنے اوپر تمہاری نیکیوں کو یاد رکھے۔

(بحار الأنوار، جلد ۷۵، ص ۳۷۹)

التماسِ سورۂ فاتحہ

- مرحوم احمد علی نجفی
- مرحوم ممتاز بائی نجفی
- مرحوم حسنین احمد نجفی
- مرحوم روشن علی لیلانی
- مرحومہ گلشن بانو لیلانی
- مرحومہ مریم بائی پنجوانی
- مرحوم برکت علی پنجوانی
- مرحوم مشتاق احمد دھارسی
- مرحومہ رشیدہ بانو دھارسی
- مرحومہ نسیم بانو
- مرحوم نعمان ثریا
- مرحوم عزیز احمد
- مرحومہ حمیدہ بیگم
- مرحوم سجاد حیدر
- مرحوم فیض محمد
- مرحوم مہر النساء
- مرحوم یوسف علی
- مرحومہ ممتاز بیگم
- مرحومہ عطاء نقوی
- مرحومہ اللہ دتا خان
- مرحومہ سردار بی بی
- مرحومہ غلام سکینہ
- مرحومہ محمد یار
- مرحوم رضا حسین منجی
- مرحوم محمد علی راجانی
- مرحوم رمضان علی منجی
- مرحوم عبد الحسین راجانی
- مرحوم غلام مھدی خواجہ
- مرحوم عاشق عباس بھوجانی
- مرحوم نثار حسین ابن جعفر علی
- مرحوم آفتاب علی کریم
- مرحوم محمد تقی ابن راشد موراج
- مرحومہ شمیم محمد ابن محمد حسین ماؤجی
- مرحومہ فرزانہ بنت محمد شمیم باوا
- مرحوم عمران حیدر ابن نثار حسین
- مرحوم انصار حسین ابن روشن
- فرشتہ خاندان کے تمام مرحومین
- مرحومہ فاطمہ بائی بنت قاسم علی
- مرحوم عاشق علی بھوجانی
- مرحوم رحیم علی ابن نور محمد پیر بائی
- فرشتہ خاندان کے تمام مرحومین
- مرحومہ سکینہ بانو زوجہ حسن علی والجی
- مرحوم زرینہ وصی بنت وصی حیدر
- سومجی خاندان کے تمام مرحومین
- مرحومہ مونا فاطمہ بنت حسین علی وکیل
- مرحومہ قریشہ بیگم بنت زوار حسین
- مرحومہ کبری بنت رضا حسین
- مرحوم سید وصی حیدر ابن میر نادر حسین
- چارانیہ خاندان کے تمام مرحومین
- مرحوم الحاج مصطفی جعفر
- مرحومہ ارم فاطمہ بنت نثار حسین

﴾ ھیمانی خاندان کے تمام مرحومین
﴾ وکیل خاندان کے تمام مرحومین
﴾ مرحومہ مہر النساء بنت حسن علی گوکل
﴾ مرحوم حسنین رضا ابن محمد رضا فرشتہ
﴾ مرحوم یوسف علی ابن محمد علی زیوراج
﴾ راجانی خاندان کے تمام مرحومین
﴾ مرحوم آغا جمیل حسین ابن آغا محمد حسین
﴾ ھیمانی خاندان کے تمام مرحومین
﴾ ویردی والا خاندان کے تمام مرحومین
﴾ لاکھانی خاندان کے تمام مرحومین
﴾ کرمانی خاندان کے تمام مرحومین
﴾ مرحومہ سیدہ کہکشاں پروین بنت سید وصی حیدر رضوی
﴾ مرحومہ سیدہ رباب خاتون جعفری بنت شمیم رضا جعفری
﴾ مرحوم حسن جعفر نقوی ابن رضی جعفر نقوی
﴾ آصف رضا کے خاندان کے تمام مرحومین
﴾ علی بھائی رتنسی کے خاندان کے تمام مرحومین
﴾ حاجی حسین لاکھانی کے خاندان کے تمام مرحومین
﴾ اکبر علی علی بھائی پیتھا کے خاندان کے تمام مرحومین
﴾ مرحوم طالب حسین رضوی کے خاندان کے تمام مرحومین
﴾ پیار علی حسین راؤ جانی کے خاندان کے تمام مرحومین
﴾ مرحوم سید عطرت حسین رضوی ابن سید قربان علی رضوی
﴾ لیلانی، دھارسی، مرچنٹ اور پونا والا خاندان کے تمام مرحومین

﴾ مرحومہ ممتاز بانو زوجہ اقبال علی لیلانی
﴾ مرحومہ سیدہ عزیز فاطمہ بنت یوسف علی
﴾ مرحومہ گلشن بنت باقر علی
﴾ مرحومہ شیر بانو بائی بنت غلام حسین
﴾ پیرانی خاندان کے تمام مرحومین
﴾ فیدانی خاندان کے تمام مرحومین
﴾ تمام مرحوم مومنین ومومنات
﴾ مونی خاندان کے تمام مرحومین
﴾ سلیم اختر کے خاندان کے تمام مرحومین
﴾ مرحوم محمد بلال بھوجانی ابن علی رضا بھوجانی
﴾ مرحومہ طاہرہ خاتون بنت عطرت حسین
﴾ مرحومہ نرگس بانو بنت حسن علی والجی
﴾ مرچنٹ خاندان کے تمام مرحومین
﴾ مرحوم علی رضا ابن محمد علی گورانی
﴾ حبیبہ بیگم کے خاندان کے تمام مرحومین
﴾ مرحومہ سکینہ بانو زوجہ مرحوم عبد الحسین راجانی
﴾ لیاقت علی فاضل کے خاندان کے تمام مرحومین
﴾ مرحوم وزیر علی بھایانی
﴾ مرحومہ خیر النساء بنت اسماعیل
﴾ مرحوم وزیر علی ابن جعفر علی ھیمانی (لیمبری والا)

قواعد وضوابط

۱۔ سوالنامہ گذشتہ ایڈیشن کی طرح اس بار بھی کتاب کے ساتھ نہیں دیا جائے گا بلکہ مقررہ تاریخ ۲۷ دسمبر ۲۰۲۰ء بروز اتوار صبح ۱۲بجے مقررہ علاقے میں معین سینٹرز میں لیا جائے گا۔

۲۔ شرعاً صرف وہی افراد اس مقابلہ میں حصہ لینے کے اہل ہیں جو خود مطالعہ کر کے جواب نامہ پُر کریں۔

۳۔ ترغیب مطالعہ پروگرام میں شمولیت کی اہلیت: کم از کم بارہ سال کی عمر کے لڑکے اور لڑکیاں۔

۴۔ دیئے گئے جوابات میں سے مناسب ترین جواب پر نشان لگائیں لہذا ایک سے زائد جواب پر نشان لگانے کی صورت میں جواب غلط شمار ہو گا۔ جوابات اسی کتابچے میں موجود مواد کے مطابق چیک کیے جائیں گے۔

۵۔ خصوصی انعامات خواتین و حضرات میں علیحدہ علیحدہ تقسیم کئے جائیں گے۔ ایک سے زائد خصوصی انعام کے حقدار ہونے کی صورت میں انعامات بذریعہ قرعہ اندازی تقسیم کئے جائیں گے۔

خصوصی انعامات

پہلاانعام :-/Rs.12,000	دوسراانعام :-/Rs.10,000	تیسراانعام :-/Rs.7,000
چوتھاانعام :-/Rs.5,000	پانچواں انعام :-/Rs. 2,500	

نوٹ: تمام شرکاء کو کم از کم ۳۳فیصد (30/10) نمبر حاصل کرنے پر ہر نمبر کے عوض ۱۰روپے بطور انعام دیئے جائیں گے۔

۶۔ یہ سلسلہ آن لائن صورت میں بھی موجود ہے، رجسٹریشن، Audio Book, Urdu & Roman PDF Book اور سوالنامہ ہماری ویب سائٹ www.youth.greenislandtrust.org پر موجود ہیں اور اس کی تفصیلات آپ ہمارے فیس بک کے صفحہ www.facebook.com/giyfpakistan سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

آن لائن رجسٹریشن کی تفصیلات:

1. Register yourself with the following link **youth.greenislandtrust.org/geh/**
2. Pay registration fees Rs. 100 via **Easypaisa** & **Collection in GIYF**
3. For any assistance contact us through live chat on our website **youth.greenislandtrust.org** or on **whatsapp: +923312388982**

نوٹ: گوہر حکمت کی آن لائن رجسٹریشن فیس ۱۰۰ روپے رکھی گئی ہے۔

۷۔ کسی بھی طرح کی معلومات کے لیے خصوصا بیرون ملک رہنے والے مومنین ہمارے ای میل پر رابطہ کریں:
giyf@greenislandtrust.org

۸۔ کتابچہ ۲۱ نومبر سے ۱۲ دسمبر ۲۰۲۰ء تک درج ذیل ان سینٹرز سے حاصل کرسکتے ہیں:

- GIYF، امتل اپارٹمنٹ، نزد نوبل کمپیوٹر سینٹر، سولجر بازار نمبر ۱
  (صبح ۱۱ سے شام ۷ روزانہ سوائے اتوار)
- GIWW، راہین ایوینیو، نزد پاک نایٹ کلینک، سولجر بازار نمبر ۲
  (صبح ۱۰ سے ۱۲ اور شام ۴ سے ۷ روزانہ سوائے اتوار)
- محمد علی بک ڈپو، سولجر بازار (صبح ۱۱ سے رات ۸ سوائے اتوار)
- محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ (صبح ۱۲ سے رات ۸ روزانہ)
- محفل پاک پنجتنی، بہار کالونی (0336-2628556)
- مدرسہ القائم، انچولی (0334-3102169)
- ژ: اے ۱۱۴ / ۱۴۵، سروے نمبر ۴۱۷، ملیر (0333-3431638)
- مسجد وحدت المسلمین، چشتی نگر (0312-9743508)
- بقیۃ اللہ اکیڈمی، گلگتی محلہ، نیو میانوالی کالونی، منگھوپیر روڈ (0321-2954620)
- جامع مسجد خدیجہ الکبری، سیکٹر نمبر ۱۱، بلدیہ ٹاؤن (0345-2844736)

۹۔ نتائج کا اعلان اور تقسیمِ انعامات کا پروگرام ۱۶ جنوری ۲۰۲۱ء کو منعقد کیا جائے گا۔

۱۰۔ ۳۰ جنوری ۲۰۲۱ء تک انعامات وصول نہ کیے گئے تو ادارہ ذمہ دار نہ ہو گا۔

۱۱۔ کتابچہ جمع کراتے وقت اپنے "ب" فارم / شناختی کارڈ یا اسکول رپورٹ کارڈ / فیس سلپ کی اصل یا فوٹو کاپی ضرور ساتھ لے کر آئیں۔

۱۲۔ اس کتابچہ سے متعلق تجاویز یا شکایات ادارہ کے e-mail پر بھیجی جاسکتی ہیں، لیکن انتظامیہ کا فیصلہ حتمی تصور کیا جائے گا۔

فہرست

قواعد و ضوابط ۵

پیش لفظ ۱۰

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب شریف ۱۱

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے حالات ۱۲

ولادت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عجائبات و معجزات ۱۵

حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات و اخلاق ۱۹

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آدابِ مجلس ۲۲

مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام کیلیئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات ۲۸

تہذیبِ نفس، زہد و عاجزی کا نمونہ ۳۱

روزے کے سلسلے میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۳۴

دستر خوان اور کھانے پینے کے آداب ۳۵

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح کرنا ۳۵

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختصر معجزات ۳۸

نوع اول: وہ معجزات جن کا تعلق اجرام سماویہ کے ساتھ ہے ۳۹

پہلا امر: چاند کا دو ٹکڑے ہونا (شقّ القمر) ۳۹

دوسرا امر: سورج کا پلٹنا (ردّ الشمس) ۴۰

تیسرا امر: بارش کا برسنا (انزال المطر) ۴۱

چوتھا امر: جنت کی نعمات کا تسبیح کرنا ۴۲

دوسری نوع وہ معجزات ہیں جو آنحضرت ﷺ سے جمادات ونباتات میں ظاہر ہوئے ۴۳
پہلا امر: درختِ حنّانہ ۴۳
دوسراامر: متحرک درخت ۴۴
تیسراامر: نورانی تازیانہ ۴۶
تیسری نوع: وہ معجزات ہیں جو جانوروں میں ظاہر ہوئے ۴۶
پہلا امر: پیغمبر ﷺ سے ہرنی کا تقاضہ ۴۷
دوسراامر: اونٹ کی شکایت ۴۸
تیسراامر: شیر کا احترام کرنا ۴۹
چوتھی نوع: آپ ﷺ کے وہ معجزات جو مردوں کو زندہ کرنے اور بیماروں کو شفا دینے سے متعلق ہیں . ۵۰
پہلا امر: پیغمبر ﷺ کے دستِ مبارک کا اثر ۵۱
دوسراامر: دانتوں کا بے عیب ونقص رہنا ۵۱
تیسراامر: خشک درخت سے تازہ کھجور ۵۲
چوتھا امر: دو بچوں کو زندہ کرنا ۵۳
پانچواں امر: امِّ معبد کے گوسفند میں برکت ۵۴
پانچویں نوع: وہ معجزات ہیں جو دشمنوں کے شر سے کفایت کرنے میں آپ ﷺ سے ظاہر ہوئے ۵۵
پہلا امر: ابوجہل کی سازش سے محفوظ رہنا ۵۵
دوسراامر: کافروں کا بدر کے کنویں میں قتل ہو کر پڑے رہنا ۵۶
تیسراامر: ابولہب کی بیوی کو نظر نہ آنا ۵۶
چوتھا امر: ابولہب کی بدترین موت ۵۷

چھٹی نوع: وہ معجزات کہ جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیاطین اور جنّات پر غالب آئے ۵۸

پہلا امر: جنّوں کی ایک جماعت کا ایمان لانا ۵۸

دوسرا امر: مولا علی علیہ السلام کی جنّوں سے جنگ ۶۱

ساتویں نوع: حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ معجزات جو اخبار غیب سے متعلق تھے ۶۳

پہلی خبر غیب ۶۳

دوسری خبر غیب ۶۴

تیسری خبر غیب ۶۵

چوتھی خبر غیب ۶۶

حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے تاریخی واقعات ۶۹

حضرت عبد المطلب علیہ السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفیل ۶۹

حضرت عبد المطلب علیہ السلام کی پانچ سنّتیں ۷۱

حضرت ابو طالب علیہ السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفیل ۷۲

حضرت خدیجہ علیہا السلام سے نکاح ۷۳

بعثتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۷۶

ہجرتِ حبشہ ۷۹

شعبِ ابو طالب علیہ السلام ۸۰

وفاتِ حضرت ابو طالب علیہ السلام اور حضرت خدیجہ علیہا السلام ۸۳

معراج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۸۶

پیش لفظ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کتب بینی اور مطالعہ کا شوق قوموں کی ترقی میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اقوامِ عالم میں جس انداز سے یہ شوق اپنی جگہ بنا چکا ہے، اس اعتبار سے ہماری قوم کو ابھی بہت محنت کرنا ہے۔ البتہ یہ بات عرض کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ اس سلسلے میں مختلف اداروں نے کام شروع کر دیا ہے۔ ''گوہر حکمت'' کے نام سے ترغیبِ مطالعہ کا یہ سلسلہ بھی ایسی ہی ایک چھوٹی سی کوشش ہے تاکہ قوم میں شوقِ مطالعہ اُجاگر کیا جائے۔

گرین آئی لینڈ یوتھ فورم کی خواہش ہے کہ بچوں اور نوجوانوں میں شوقِ مطالعہ کو فروغ دینے کے لئے اپنی سعی و کوشش کی جائے۔ اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اس بار بھی اس کتابچہ کے لیئے مواد معروف کتاب ''سفینۃ البحار'' کے مصنف، ثقۃ المحدثین شیخ عباس قمیؒ کی کتاب ''منتہی الامال'' سے اقتباس لیا گیا ہے۔ اس کتاب میں شیخ عباس قمیؒ نے چہاردہ معصومین علیہم السلام کی سیرت کو مختلف عنوانات کے تحت عمدگی سے تصنیف کیا ہے اور ساتھ ہی رحلت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کے خلفاء اور اس دور کی مختلف مشہور شخصیات کے حالات کو بھی بیان کیا ہے۔ پاکستان میں پہلی بار اس کتاب کا ترجمہ محسن قوم سرکار علامہ صفدر حسین نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ نے کیا جو امامیہ پبلیکیشنز پاکستان نے ''احسن المقال'' کے نام سے چھاپا۔ اس اشاعت کے لئے متن اگرچہ ''احسن المقال'' سے لیا گیا ہے۔ لیکن اردو دان طبقے کے لئے زبان کی سلاست کے پیش نظر اصل متن سے تقابل کرتے ہوئے کئی مقامات پر اردو ترجمے میں کئی اصلاحات بھی کی گئی ہیں۔

مطالعہ میں غور طلبی کے عنصر کو باقی رکھنے کے لئے مختصر کتابچے کی صورت میں کچھ سوالات بھی دیئے گئے ہیں تاکہ دورانِ مطالعہ ان سوالات کے جوابات کو حاصل کرنے کے لئے توجہ بھی باقی رہے۔

کمسن نوجوانوں کے شوق کو دیکھتے ہوئے کم از کم ۱۲ سال کی عمر تک کے لڑکوں اور لڑکیوں کو اس پروگرام میں شمولیت کا اہل قرار دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ زیادہ سے زیادہ عمر کی حد ہٹا کر ہر عمر کے مرد و خواتین کو اس پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔

برادران ارجمند قبلہ مولانا سید ہاشم عباس زیدی، مولانا مجاہد حسین دامانی قمی، مولانا مصطفیٰ علی وکیل، مولانا مجتبیٰ حسن جیوانی اور مولانا قمر علی لیلانی صاحبان کا میں نہایت ہی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے نہ صرف اس پراجیکٹ کو مکمل طور پر سنبھالا بلکہ نہایت ہی خوبصورتی اور نفاست کے ساتھ اس مشکل کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

خداوند متعال سے دعا گو ہوں کہ وہ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور ہم سب کو ناصرانِ امام علیہ السلام میں شامل فرمائے۔

والسلام

مولانا غلام رضا روحانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب شریف

آنجناب ابو القاسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں۔[1]

وَرُوِیَ عَنهُ ع إِذَا بَلَغَ نَسَبِی إِلَی عَدْنَانَ فَأَمْسِكُوا۔[2]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے: جب میرا نسب عدنان تک پہنچے تو رُک جاؤ۔

لہذا ہم نے عدنان سے اوپر کا نسب نامہ ذکر نہیں کیا۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں: واضح ہو کہ علماء امامیہ شیعہ کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ ماں اور تمام آباء و اجداد و جدّات (دادا، دادیاں) حضرت آدم علیہ السلام تک سب مسلمان تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور کسی مشرک کے صلب و رحم میں قرار نہیں پایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی پاکیزگی اور آباء و امّھات (کے مومن ہونے) میں کوئی شبہ نہیں ہے اور متواتر احادیث خاصہ و عامہ ان مضامین پر دلالت کرتی ہے بلکہ احادیث متواترہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد انبیاء و اوصیاء اور حاملینِ دینِ خدا تھے اور جناب اسماعیل علیہ السلام کی اولاد جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء و اجداد تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصیاء تھے اور ہمیشہ سے مکہ معظّمہ کی بادشاہی، خانہ کعبہ کی حجابت اور اس کی تعمیر

---

[1] ۔ کامل ابن اثیر، ج ۲، ص ۲۱

[2] ۔ قصص الأنبیاء علیہم السلام (للراوندی)؛ ص ۳۱۶، مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)؛ ج ۱؛ ص ۱۵۵

ان سے وابستہ رہی اور وہ تمام لوگوں کے مرجع تھے اور ملت ابراہیمی علیہ السلام انھیں میں تھی اور وہ حضرات اسی شریعت کے محافظ تھے، وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے اور آثار انبیاء علیہم السلام ایک دوسرے کے سپرد کرتے تھے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ جناب عبد المطلب علیہ السلام تک پہنچا اور جناب عبد المطلب علیہ السلام نے جناب ابو طالب علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور جناب ابو طالب علیہ السلام نے کتب و آثار انبیاء اور ان کی امانتیں بعثت کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کیں۔[1]

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے حالات

جب جناب عبد اللہ علیہ السلام پیدا ہوئے تو نور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کی پیشانیوں میں چمکتا تھا ان کی پیشانی سے ساطع ہوا۔ دن بدن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پلتے بڑھتے رہے یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلنے پھرنے اور باتیں کرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آثار غریبہ اور علاماتِ عجیبہ نظر آنے لگیں۔ چنانچہ ایک دن اپنے والد سے کہنے لگے کہ جب میں وادی بطحاء میں اور کوہِ ثَبیر کی طرف جاتا ہوں تو ایک نور میری پشت سے بلند ہوتا ہے اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ آدھا مشرق اور آدھا مغرب کی طرف کھچ جاتا ہے پھر وہ ایک دوسرے سے مل کر دائرہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر وہ بادل کے ٹکڑے کی طرح میرے سر پر سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ پھر آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ نور آسمان کے اندر چلا جاتا ہے اور وہاں سے پلٹ کر میری پشت میں آجاتا ہے اور جب کبھی میں کسی خشک درخت کے سایہ میں بیٹھ جاؤں تو وہ سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے اور جب وہاں سے اٹھ کھڑا ہوتا ہوں تو دوبارہ وہ خشک ہو جاتا ہے اور بعض اوقات جب میں زمین پر بیٹھتا ہوں تو میرے کان میں یہ آواز آتی ہے کہ اے حامل نورِ

---

[1] ۔ بحار الانوار (ط - بیروت)؛ ج ۱۵؛ ص ۱۱۷

محمد ﷺ تجھ پر سلام ہو۔ جناب عبد المطلب علیہ السلام نے فرمایا: اے بیٹا تجھے بشارت ہو۔ مجھے یہ امید ہے کہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ تیرے صلب سے پیدا ہو گا اور اس وقت جناب عبد المطلب علیہ السلام نے چاہا کہ وہ اپنی نذر ادا کریں کیونکہ جب آپ علیہ السلام چاہ زمزم کی کھدائی کر رہے تھے اور قریش ان سے جھگڑے تھے تو انھوں نے خدا سے یہ عہد کیا کہ جب ان کے دس بیٹے ہو جائیں گے جو ایسے کاموں میں ان کی پشت پناہی کریں تو ان میں سے ایک کو وہ راہ خدا میں قربان کریں گے۔ چونکہ اس وقت ان کے دس بیٹے ہو گئے تھے۔ انھوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کریں۔ پس اس سلسلے میں جب قرعہ اندازی کی گئی تو جناب عبد اللہ علیہ السلام کا نام نکلا۔ جناب عبد اللہ علیہ السلام کے بھائی، گروہ قریش اور مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم مانع ہوئے اور کہنے لگے جب تک کوئی عذر نکل سکتا ہے ہم عبد اللہ علیہ السلام کو ذبح نہیں ہونے دیں گے۔ بالآخر طے ہوا کہ کاہنہ کے پاس جائے۔ جب اس عورت کے پاس گئے تو وہ کہنے لگی تمھارے نزدیک مرد کا خون بہا (دیت) کتنا ہے۔ کہنے لگے دس اونٹ۔ وہ کہنے لگی ابھی مکہ واپس جاؤ اور عبد اللہ علیہ السلام کی دس اونٹوں کے ساتھ قرعہ اندازی کرو۔ اگر دس اونٹوں کا قرعہ نکلے تو دس اونٹ عبد اللہ علیہ السلام کا فدیہ ہو، اگر قرعہ عبد اللہ علیہ السلام کے نام پر آئے تو پھر فدیہ کو اور بڑھاؤ اور اسی طرح اونٹوں کی تعداد بڑھاتے جاؤ یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں کے نام پر آئے اور عبد اللہ علیہ السلام سلامت رہ جائے اور خدا بھی راضی ہو۔ پس جناب عبد اللہ علیہ السلام قریش کے ساتھ مکہ میں واپس آئے اور جناب عبد اللہ علیہ السلام کا دس اونٹوں کے ساتھ قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ جناب عبد اللہ علیہ السلام کے نام کا نکلا پھر انھوں نے دس اونٹ اور بڑھائے تو بھی قرعہ جناب عبد اللہ علیہ السلام کے نام آیا۔ اسی طرح بڑھاتے رہے یہاں تک کہ اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچی تو اب قرعہ اونٹوں کے نام آیا۔ قریش بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے خدا راضی ہو گیا۔ جناب عبد المطلب علیہ السلام کہنے لگے رب کعبہ کی قسم اس پر اکتفاء نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال دو دفعہ پھر قرعہ ڈالا گیا اور اونٹوں کے نام نکلا تو جناب عبد المطلب علیہ السلام مان گئے اور انھوں نے وہ سو اونٹ جناب

عبد اللہ علیہ السلام کے فدیہ میں قربان کیے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ایک مرد کا خون بہا سو اونٹ مقرر ہوئے۔[1]

اور اسی لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَرُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ أَنَا ابْنُ الذَّبِيحَيْنِ يَعْنِي إِسْمَاعِيلَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔[2]

میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد ان دو ذبیحوں سے اپنے جد حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ و والد عبد اللہ علیہ السلام تھے۔

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ جناب عبد اللہ علیہ السلام عالمِ شباب کو پہنچے تو چونکہ نورِ نبوت ان کی پیشانی سے چمکتا تھا تو اطراف وجوانب کے تمام اکابر واشراف آرزومند ہوئے کہ انھیں اپنی بیٹی دیں اور ان کا یہ نور لوٹ لیں کیونکہ آپ علیہ السلام حسن وجمال میں یگانۂ روزگار تھے۔ دن کے وقت جس کے قریب سے گزرتے وہ مشک وعنبر کی خوشبو آپ علیہ السلام سے سونگھتا اور اگر رات کو گزرتے تو دنیا ان کے چہرہ کے نور سے روشن ہو جاتی اور اہل مکہ ان کو مصباح حرم (چراغِ حرم) کہتے تھے۔ یہاں تک کہ تقدیر الٰہی کے مطابق جناب عبد اللہ علیہ السلام کا صدف گوہر رسالت پناہ یعنی جناب آمنہ علیہا السلام بنتِ وہب بن عبد مناف بن زُہرہ بن کلاب بن مرہ کے ساتھ نکاح ہو گیا۔[3]

---

[1]۔ بحار الانوار (ط - بیروت)؛ ج ۱۵؛ ص ۸۵ سے ۹۰

[2]۔ تفسیر القمی؛ ج ۲؛ ص ۲۲۶

[3]۔ بحار الانوار (ط - بیروت)؛ ج ۱۵؛ ص ۹۱ سے ۱۰۳

بہر حال جب آمنہ علیہاالسلام اس درِّ ثمین (قیمتی گوہر) کا صدف قرار پائیں تو کئی سال سے عرب جو قحط سالی میں مبتلا تھے اُن پر بارش ہوئی اور لوگوں کو سبزہ کی فراوانی کی نعمت نصیب ہوئی۔ یہاں تک کہ اس سال کا نام انھوں نے عام الفتح (گشائش کا سال) رکھا۔

اسی سال حضرت عبد المطلب علیہ السلام نے جناب عبد اللہ علیہ السلام کو تجارت کے عنوان سے شام کی طرف بھیجا اور شام سے واپسی پر جب عبد اللہ علیہ السلام مدینہ پہنچے تو طبیعت ناساز ہوگئی۔ آپ علیہ السلام کے ساتھی انھیں وہیں چھوڑ کر مکہ چلے آئے۔ اسی بیماری میں آپ علیہ السلام کی وفات ہوئی اور ان کے جسم مبارک کو دار النابغہ میں دفن کر دیا گیا۔ اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر پچیس سال تھی۔[1]

ولادت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عجائبات و معجزات

یاد رہے کہ علماء امامیہ کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سترہ ربیع الاول کو ہوئی اور علامہ مجلسی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے جبکہ اکثر علماء اہل سنت سے بارہ ربیع الاول ذکر کی ہے۔[2] شیخ کلینی اور بعض علماء شیعہ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے۔[3]

علامہ نوری نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ بنام میزان السماء فی تعیین مولد خاتم الانبیاء لکھا ہے۔

مشہور ہے کہ جس سال اصحاب فیل ہاتھی لے کر خانہ کعبہ کو برباد کرنے کے لیے آئے تھے اسی سال بروز جمعہ صبح صادق کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی اور سجّیل پتھروں سے ان پر عذاب نازل ہوا۔

---

[1]۔ بحار الانوار (ط۔ بیروت)؛ ج۱۵؛ ص ۱۲۵

[2]۔ جلاء العیون، ص ۶۴

[3]۔ الکافی (ط۔ الاسلامیہ)؛ ج۱؛ ص ۴۳۹

آپ ﷺ کی ولادت مکہ میں ان کے اپنے ہی مکان میں ہوئی۔ پھر وہ گھر آپ ﷺ نے جناب عقیل بن ابی طالب کو بخش دیا تھا اور اولاد عقیل نے وہ مکان حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کو بیچ دیا تھا اور اس نے اسے اپنے مکان میں داخل کر لیا تھا۔ جب ہارون کا زمانہ آیا تو ہارون کی ماں خیزران نے اس مکان کو محمد بن یوسف کے مکان سے الگ کر کے مسجد بنا دیا تا کہ لوگ اس میں نماز پڑھیں۔ سن ۶۵۹ھ میں ملک مظفر والیِ یمن نے اس مسجد کی تعمیر میں سعی جمیل فرمائی اور اب تک وہ اسی حالت پر باقی ہے اور لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت بہت سے عجائبات ظہور میں آئے۔

حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ شیطان سات آسمانوں پر جاتا اور کان لگا کر آسمانی خبریں سنتا تھا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس کو تین آسمانوں سے روک دیا گیا۔ اب وہ چار آسمانوں تک جا سکتا تھا اور جب سرکار رسالت ﷺ کی ولادت ہوئی تو اسے تمام آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا اور شیاطین کو شہاب کے تیروں سے آسمان کے دروازوں سے دور کر دیا گیا۔ پس قریش کہنے لگے کہ دنیا کے ختم ہونے اور قیامت کے آنے کا زمانہ آپہنچا ہے جسے ہم اہلِ کتاب سے سنا کرتے تھے۔ پس عمرو بن امیہ جو زمانہ جاہلیت کا عقلمند ترین شخص سمجھا جاتا تھا کہنے لگا کہ دیکھو اگر وہ معروف ستارے کہ جن کے ذریعے لوگ ہدایت حاصل کرتے ہیں اور گرمیوں اور سردیوں کے زمانہ کو پہچانتے ہیں ان میں سے کوئی ستارہ گر پڑے تو سمجھو کہ وہ وقت آگیا ہے جب تمام مخلوق ہلاک ہو جائے گی اور اگر وہ سب اپنی حالت پر رہیں اور دوسرے ستارے ظاہر ہو گئے ہیں تو پھر کوئی عجیب و غریب امر رونما ہوا ہے۔ جس صبح کو حضرت ﷺ پیدا ہوئے تو جو بت بھی دنیا کے کسی مقام پر تھا وہ منہ کے بل گر پڑا اور ایوان کسریٰ یعنی شاہ ایران کا محل لرزنے لگا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے اور ساوہ نامی دریا کہ جس کی مدت سے لوگ پرستش کر رہے تھے خشک ہو گیا اور وادی سماوہ جس میں سالہا سال سے کسی نے پانی نہ دیکھا تھا اس میں پانی جاری

ہونے لگا اور فارس کا آتش کدہ جس میں ایک ہزار سال سے کبھی آگ نہیں بجھی تھی اس رات اس کی آگ بجھ گئی اور مجوسی علماء کے سب سے زیادہ عقلمند شخص نے اس رات عالمِ خواب میں دیکھا کہ چند سخت قسم کے اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ کر دریائے دجلہ کو عبور کر کے ان کے شہروں میں داخل ہو رہے ہیں اور طاقِ کسریٰ میں درمیان سے شگاف آگیا اور وہ دو حصے ہو گیا اور دجلہ کا بند ٹوٹ گیا اور کسریٰ کے قصر کے اندر بہنے لگا اور اس رات حجاز سے ایک نور ظاہر ہوا اور وہ پورے عالم میں منتشر ہو گیا اور پرواز کر کے مشرق تک پہنچا اور اس صبح کو ہر بادشاہ کا تخت سرنگوں ہو گیا اور اس دن تمام بادشاہ گنگ ہو گئے اور وہ بات نہیں کر سکتے تھے۔ کاہنوں کا علم اور ساحروں کا جادو باطل ہو گیا۔ ہر کاہن اور اس کے ہمزاد کے درمیان جو اسے خبریں دیا کرتا تھا جدائی ہو گئی۔ قریش عرب میں صاحب عزت ہو گئے اور لوگ انھیں آل اللہ کہنے لگے کیونکہ وہ خدا کے گھر میں رہتے تھے اور جناب آمنہ علیہاالسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے کہا کہ خدا کی قسم جب میرا بیٹا زمین پر آیا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور سر آسمان کی طرف بلند کر کے اطرافِ عالم میں نظر دوڑانے لگا۔ پس اس سے ایک نور ساطع ہوا جس نے تمام چیزوں کو روشن کر دیا اور میں نے اس نور کی روشنی میں شام کے محلات دیکھے اور اس روشنی کے وسط سے میں نے یہ آواز سنی کہ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ تو نے تمام لوگوں سے بہتر شخص کو جنم دیا ہے، اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھنا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب عبد المطلب علیہ السلام کے پاس لائے اور ان کی گود میں دیا تو وہ کہنے لگے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَعْطَانِي هَذَا الْغُلَامَ الطَّيِّبَ الْأَرْدَانِ قَدْ سَادَ فِي الْمَهْدِ عَلَى الْغِلْمَانِ[1]

---

[1] ۔ بحار الانوار (ط - بیروت)؛ ج ۱۵؛ ص ۲۵۸

حمد ہے اس خدا کی جس نے مجھے یہ خوشبودار بچہ عنایت فرمایا ہے جو گہوارے میں تمام بچوں کا سردار ہے پھر ارکان کعبہ سے ان کو تعویذ کیا اور چند اشعار ان کے فضائل میں کہے۔

اس وقت شیطان نے اپنی اولاد کو چیخ کر پکارا۔ وہ اس کے پاس جمع ہوگئے اور کہنے لگے کہ اے ہمارے سردار کسی چیز نے تجھے پریشان کر دیا؟ وہ کہنے لگا وائے ہو تم پر اول رات سے لے کر اب تک آسمان و زمین کے حالات مجھے متغیر نظر آرہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں کوئی عظیم واقعہ رونما ہوا ہے۔ جب سے عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ پس تم جاؤ گردش کرو اور جستجو کرو کونسا امر عجیب و غریب ظاہر ہوا ہے۔ وہ سب جدا ہوئے اور گردش کر کے واپس آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں تو کوئی چیز نہیں ملی۔ وہ ملعون کہنے لگا اس امر کی خبر لانا میرا کام ہے پس وہ تمام دنیا میں جاکر گردش کرنے لگا یہاں تک کہ حرم کے قریب پہنچا اور دیکھا کہ فرشتوں نے اطرافِ حرم میں گھیر اڈالا ہوا ہے۔ جب اس نے داخل ہونے کی کوشش کی تو فرشتوں نے اسے للکارا۔ وہ پلٹ آیا پھر وہ ایک چڑیا کی شکل میں کوہ حرا سے داخل ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: پلٹ جا اے ملعون۔ کہنے لگا اے جبرائیل علیہ السلام! میں تجھ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں یہ بتا کہ آج رات زمین میں کونسا واقعہ رونما ہوا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو افضل الانبیاء ہیں آج رات پیدا ہوئے ہیں۔ کہنے لگا میرا ان میں کوئی حصہ ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ نہیں۔ کہا ان کی امت میں میرا حصہ ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے ہاں۔ ابلیس نے کہا میں راضی ہوں۔[1]

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو جتنے بت کعبہ پر رکھے ہوئے تھے سب منہ کے بل گر گئے۔ جب شام کا وقت ہوا تو ایک ندا آسمان سے آئی کہ جاءَ الْحَقُّ وَ

---

[1]۔ الأمالی (للصدوق)؛ النص؛ ص ۲۸۵

زَهَقَ الْباطِلُ إِنَّ الْباطِلَ كانَ زَهُوقاً[1] یعنی حق آیا اور باطل چلا گیا بے شک باطل جانے والا ہے۔ اس رات تمام دنیا روشن ہو گئی اور ہر پتھر، ڈھیلا اور درخت کھلکھلایا اور جو کچھ آسمان اور زمین میں تھا اس نے خدا کی تسبیح کی اور شیطان بھاگتا ہوا کہتا جا رہا تھا کہ بہترین امت اور بہترین خلائق بندگان خدا میں زیادہ عزت و عظمت والے اور تمام کائنات سے بہتر محمد ﷺ ہیں۔

حضرت رسول ﷺ کی صفات و اخلاق

یاد رہے کہ حضرت ﷺ کے اخلاق و اوصاف شریفہ کو لکھنا ایسا ہے جس طرح کوئی چاہے کہ سمندر کے پانی کی کسی پیمانے سے پیمائش کرے یا جیسے کوئی چاہے کہ سورج کو اپنے گھر کی کھڑکی سے مکان میں داخل کرے۔ لیکن کتاب کو مزین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مختصر طور پر جتنی کہ اس کتاب میں گنجائش ہے اشارہ کیا جائے۔

جاننا چاہیے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نگاہوں میں عظمت اور سینے میں ہیبت رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کا نور چہرہ پر چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ ﷺ میانہ قد سے کچھ اونچے لیکن زیادہ بلند قامت نہیں تھے اور آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا اور آپ ﷺ کے بال نہ زیادہ گھنگھریلے اور نہ الگ الگ تھے۔ آپ ﷺ کے سر کے بال اکثر اوقات کان کی لو سے نیچے نہیں جاتے تھے اور اگر زیادہ بڑھ جاتے[2] تو بیچ سے مانگ نکال کر سر کے دونوں طرف پھیلا دیتے تھے[1]۔ آپ ﷺ کا چہرہ سفید اور نورانی

---

[1]۔ سورہ اسراء، آیت ۸۱

[2]۔ حضرت ﷺ کے سر کے بال نہ کٹوانے کا راز و سبب یہ تھا کہ اس زمانے میں سر کے بال منڈوانا بد نما تھا اور نبی و امام کوئی ایسا کام نہیں کرتے تھے جو نظروں میں قبیح لگے اور جب اسلام پھیل گیا اور اس کام کی قباحت بر طرف ہو گئی تو آئمہ سلام اللہ علیہم سر کے بال کٹواتے رہے۔ (شیخ عباس قمی رح)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی گشادہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابرو باریک کمانی دار اور کشیدہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت اُبھر آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناک باریک کشیدہ اور درمیان میں تھوڑی سی ابھری ہوئی تھی اور اس سے نور نکلتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک گھنی اور دندان مبارک سفید چمکدار نازک اور گشادہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن صفائی، نورانیت اور استقامت میں ان مورتیوں کی گردن کی طرح تھی جو چاندی سے بنائی جاتی اور صیقل کی جاتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اعضاء بدن معتدل اور سینہ اور شکم ایک دوسرے کے برابر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان والی جگہ پھیلی ہوئی تھی اور مفاصل اور جوڑ کی ہڈیوں کے سرے قوی اور سخت تھے اور یہ چیز شجاعت اور قوت کی علامت میں داخل اور عرب کے نزدیک ممدوح ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیاں سیدھی اور بڑی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بازو اور پنڈلیاں صاف وشفاف اور سیدھی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں کے تلوے ہموار نہیں تھے بلکہ درمیانی حصہ زمین سے دور تھا اور پاؤں کی پشت صاف اور نرم تھی، اس حدتک کے اگر پانی کا قطرہ اس پر پڑتا تو رک نہیں سکتا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستہ چلتے تو متکبروں کی طرح قدم نہیں رکھتے تھے اور وقار کے ساتھ چلتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی طرف متوجہ ہوتے کہ کوئی بات کریں تو ارباب حکومت کی طرح آنکھ کے کنارے سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ پورے بدن کے ساتھ اس کی طرف مڑتے اور بات کرتے تھے۔ اکثر اوقات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہیں نیچے کی طرف رہتیں اور زمین کی طرف زیادہ نظر رکھتے تھے اور جسے دیکھتے سلام

---

[1] ۔خلاصہ یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل حسن وصباحت واعتدال وتناسب، جہان میں معروف اور زمین میں مشہور ہے۔ چنانچہ ابن عباس سے منقول ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج کے سامنے جب آئے سورج کی روشنی مغلوب پڑ گئی اور جب چراغ کے نزدیک بیٹھتے تو چراغ کا نور لپٹ جاتا۔ (شیخ عباس قمی رح)

میں سبقت کرتے تھے۔ ہمیشہ غور فکر میں رہتے اور کبھی فکر و شغل سے خالی نہ رہتے اور بغیر ضرورت کے بات نہ کرتے تھے اور جامع کلمات کہتے کہ الفاظ کم اور معنی زیادہ اور اپنے مقصد کے پہنچانے میں قاصر نہیں تھے اور حق کو ظاہر کرتے تھے۔ آپ ﷺ نرم مزاج تھے، سخت اور گرم لہجہ آپ ﷺ کے خلق کریم میں نہیں تھا اور کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے اور تھوڑی نعمت کو زیادہ سمجھتے اور کسی نعمت کی مذمت نہیں فرماتے تھے لیکن کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف بھی نہیں کرتے تھے۔ امور دنیا کے فوت ہونے پر غصہ میں نہیں آتے تھے اور خدا کے معاملے میں اتنا خشمناک ہوتے کہ کوئی شخص ان کی پہچان نہیں کر سکتا تھا۔ جب اشارہ کرتے تو ہاتھ سے اشارہ فرماتے نہ کہ چشم و آبرو سے۔ جب خوش ہوتے تو آنکھیں بند کر لیتے اور زیادہ اظہار خوشی نہ کرتے اور آپ ﷺ کا ہنسنا تبسم تھا اور بہت کم ہنسنے کی آواز ظاہر ہوتی۔ کبھی کبھی تبسم میں آپ ﷺ کے نورانی دندان (برف کے) اولے کی طرح ظاہر ہوتے تھے۔

ہر شخص کو اسکے علم اور فضیلت کے مطابق اہمیت دیتے تھے اور اس کی حاجت کی طرف توجہ رکھتے تھے اور جو چیز ان کے کام کی ہوتی اور امت کی بھلائی کا سبب بنتی اس کو بیان فرماتے اور بار بار فرماتے کہ حاضرین جو کچھ مجھ سے سنیں وہ غائبین تک پہنچائیں اور فرماتے جو شخص اپنی ضرورت کو مجھ نہیں پہنچا سکتا اس کی حاجت مجھے بتاؤ اور کسی کی لغزش اور زبانی غلطی پر مؤاخذہ نہ فرماتے۔ جب صحابہ آپ ﷺ کی مجلس میں طلب علم کے لیے آتے تو علم و حکمت کی چاشنی اور حلاوت چکھے بغیر نہ جاتے تھے اور آپ ﷺ لوگوں کے شر سے بچتے لیکن ان سے کنارہ کشی نہ کرتے۔ خوشروئی اور خوش خوئی میں ان سے دریغ نہ کرتے۔ اپنے اصحاب کی جستجو کرتے اور ان کے حالات معلوم فرماتے اور کبھی لوگوں کے حالات سے غافل نہیں رہتے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں وہ باطل کی طرف مائل نہ ہو جائیں اور نیک لوگوں کو اپنے قریب جگہ دیتے اور آپ ﷺ کے نزدیک زیادہ فضیلت والا شخص وہ تھا جو مسلمانوں کا زیادہ خیر

خواہ ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک زیادہ عظمت اس شخص کی تھی جو لوگوں سے مواسات، ان کی اعانت، ان سے احسان اور ان کی مدد زیادہ کرتا تھا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آدابِ مجلس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب مجلس یہ تھے کہ کسی مجلس میں یادِ خدا کے بغیر نہ بیٹھتے اور نہ اٹھتے تھے اور مجلس میں اپنے لئے کوئی مخصوص جگہ مقرر نہیں کی تھی بلکہ اس سے منع کرتے تھے۔ جب کسی مجلس میں آتے مجلس میں خالی جگہ پر بیٹھ جاتے اور لوگوں کو اس کا حکم دیتے اور ہر ایک اہل مجلس کو اکرام و التفات سے نوازتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت اس طرح کی تھی کہ ہر شخص یہ گمان کرتا تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک زیادہ عزت دار ہوں اور جس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے جب تک وہ اٹھنے کا ارادہ نہ کرتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں اٹھتے تھے اور جو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حاجت طلب کرتا اگر مقدور ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی حاجت روائی کرتے ورنہ اچھی گفتگو یا وعدہ جمیل کے ساتھ اس کو راضی کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُلقِ عام تمام مخلوق کے لئے وسعت رکھتا اور ہر شخص حق کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مساوی تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس شریف، بردباری، حیاء، سچائی اور امانت کی مجلس تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہ ہوتی تھیں۔ کسی کی برائی اس میں بیان نہ ہوتی تھی اور اس مجلس کی برائی کوئی نہ کر سکتا۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی تو اسے بیان نہ کرتے۔ ایک دوسرے کے ساتھ عدل اور انصاف اور نیکی سے پیش آتے اور ایک دوسرے کو تقویٰ اور پرہیز گاری کی وصیت کرتے اور ایک دوسرے سے تواضع اور انکساری سے پیش آتے۔ بڑوں کی عزت و توقیر کرتے، چھوٹوں پر رحم کرتے اور مسافروں کی دیکھ بال کرتے۔ اہل مجلس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ یہ تھا کہ ہمیشہ گشادہ رو اور نرم خو تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم نشینی سے کسی کو تکلیف نہ پہنچتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ اونچا بولتے اور نہ کسی کو گالی دیتے اور نہ لوگوں کے عیب بیان کرتے اور نہ لوگوں کی زیادہ تعریف کرتے۔ اگر کوئی چیز خلاف طبیعت ہوئی تو اس سے صرفِ نظر فرماتے اور کوئی

شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناامید نہیں ہوتا۔ اور بحث وجدال نہیں کرتے اور نہ زیادہ باتیں کرتے اور کسی کی بات نہیں کاٹتے سوائے یہ کہ باطل گفتگو ہو، جس چیز کا فائدہ نہ ہو اس میں شامل نہ ہوتے، کسی کی مذمت نہ کرتے، کسی کو سرزنش نہ فرماتے اور لوگوں کے عیوب اور لغزشوں کی جستجو نہ کرتے۔ مسافروں اور بدو لوگوں کی بداخلاقی پر صبر کرتے یہاں تک کہ صحابہ ایسے لوگوں کو لے آتے تاکہ وہ سوال کریں اور اپنی ضرورت پوری کریں۔[1]

روایت میں ہے ایک جوان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزم میں آیا اور کہنے لگا: یَارَسُولَ اللّٰہِ، ائْذَنْ لِی بِالزِّنَا؟ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے زنا کرنے کی اجازت دیں؟۔

فَأَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ فَزَجَرُوهُ وَقَالُوا : مَهْ . مَهْ ۔ صحابہؓ چیخ اٹھے (یہ کیا کہہ رہا ہے)۔ فَقَالَ : ادْنُهْ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ وہ جوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں کے ساتھ یا تیری بیٹی یا بہن کے ساتھ اسی طرح تیری پھوپھیوں، خالاؤں یا باقی رشتہ دار عورتوں کے ساتھ زنا کرے؟ کہنے لگا یہ تو مجھے پسند نہیں۔ فرمایا خدا کے تمام بندے ایسے ہی ہیں۔

فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ وَقَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ، وَحَصِّنْ فَرْجَهُ. فَلَمْ يَكُنْ بَعْدُ ذَلِكَ الْفَتَى يَلْتَفِتُ إِلَى شَيْءٍ. پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کے سینے پر رکھا اور عرض کیا: خدایا اس کے گناہ معاف فرما اس کے دل کو پاک کر اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما اس کے بعد اسے کسی اجنبی عورت کی طرف جاتے

---

[1]۔ بحار الانوار (ط-بیروت)؛ ج۱۶؛ ص۱۴۸ اسے ۱۵۳

ہوئے نہیں دیکھا[1]۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں اور عورتوں کو سلام کرتے تھے۔ ایک دن ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کے دوران کانپ رہا تھا۔ فرمایا: هَوِّنْ عَلَيْكَ فَلَسْتُ بِمَلِكٍ
مجھ سے کیوں ڈرتے ہو میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔[2]

انس بن مالک سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خادم رہا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا اور جو کام مجھ سے ہو گیا ہوتا تو یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں کیا اور جو کام مجھ سے رہ جاتا یہ نہیں کہا کہ یہ کیوں نہیں کیا۔[3]

روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے کہ حکم دیا کہ کھانے کے لیے ایک گوسفند ذبح کیا جائے۔ ایک شخص نے کہا کہ اسے میں ذبح کروں گا۔ دوسرا کہنے لگا: اس کی کھال میں اتاروں گا۔ تیسرا کہنے لگا میں اسے پکاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لکڑیوں کو میں جمع کر کے لاؤں گا۔ صحابہ نے عرض کیا: ہم موجود ہیں، ہم لکڑیاں جمع کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔ فرمایا:

عَرَفْتُ أَنَّكُمْ تَكْفُونِي وَلَكِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَكْرَهُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا كَانَ مَعَ أَصْحَابِهِ أَنْ يَنْفَرِدَ مِنْ بَيْنِهِمْ۔[4]

میں سمجھتا ہوں مگر مجھ کو یہ پسند نہیں کہ اپنے آپ کو تم پر کوئی امتیاز یا ترجیح دوں کیونکہ خدا کسی بندہ سے یہ چیز پسند نہیں کرتا کہ وہ خود کو کسی پر ترجیح دے۔

---

[1]۔ مسند احمد ابن حنبل، مُسْنَدُ الْأَنْصَارِ، حَدِيثُ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ الصُّدَيِّ بْنِ عَجْلَانَ بْنِ عَمْرٍو وَيُقَالُ: حدیث رقم ۲۱۷۲۲

[2]۔ مکارم الأخلاق ؛؛ ص ۱۶

[3]۔ الشمائل المحمدیۃ، ترمذی، ملحق بہ سنن ترمذی، ج۵، ص ۵۶۷، تحقیق، صدقی محمد جمیل العطار

[4]۔ مکارم الأخلاق ؛؛ ص ۲۵۲

روایت ہے کہ مدینہ کے خدّام اور ملازمین، نماز صبح کے بعد اپنے پانی کے برتن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا دست مبارک اس میں داخل کریں تاکہ وہ بابرکت ہو جائیں۔ بعض اوقات صبح کی سردی ہوتی تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا ہاتھ اس میں ڈالتے اور ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرتے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چھوٹے بچوں کو بھی لاتے تھے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بابرکت ہونے کی دعا کریں اور اس کا نام تجویز فرمائیں۔ اس بچہ کے گھر والوں کی دلجوئی کے لیے اس بچہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی گود میں لیتے اور کبھی کبھی وہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس پر پیشاب کر دیتا۔ پس حاضرین میں بعض لوگ بچے پر شور مچاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے اس کے پیشاب کو نہ روکو پس اس کو اپنی گود میں رہنے دیتے یہاں تک کہ وہ پیشاب کر لیتا۔ پھر حضرت اس بچہ کے لیے دعا فرماتے یا اس کا نام تجویز فرماتے تو اس کے گھر والے خوش ہو جاتے اور سمجھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ جب وہ لوگ چلے جاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا لباس دھو لیتے۔[1]

روایت میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام ایک کافر ذمی کے ہمسفر ہو گئے۔ اس شخص نے پوچھا آپ علیہ السلام کہاں جا رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے بندہ خدا میں کوفہ کی طرف جا رہا ہوں۔ جب ذمی کا راستہ کوفہ کے راستے سے الگ ہونے لگا تو امیر المومنین علیہ السلام نے کوفہ والا راستہ چھوڑ دیا اور اس شخص کے راستہ پر چلنے لگے، وہ کہنے لگا یہ تو کوفہ کا راستہ نہیں کوفہ کا راستہ وہ ہے جسے آپ علیہ السلام چھوڑ آئے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: مجھے معلوم ہے۔ وہ کہنے لگا: پھر آپ علیہ السلام میرے ساتھ کیوں آ رہے ہیں؟ جبکہ آپ علیہ السلام کو معلوم ہے کہ یہ آپ علیہ السلام کا راستہ نہیں۔

---

[1] ۔ مکارم الاخلاق؛؛ ص ۲۵

قَالَ لَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع هَذَا مِنْ تَمَامِ حُسْنِ الصُّحْبَةِ أَنْ يُشَيِّعَ الرَّجُلُ صَاحِبَهُ هُنَيْئَةً إِذَا فَارَقَهُ وَ كَذَلِكَ أَمَرَنَا نَبِيُّنَا ص۔[1]

تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: ساتھی سے خوش رفتاری کی تکمیل تب ہوتی ہے کہ اس سے جدا ہونے کے وقت کچھ مقدار اس کی مشایعت کی جائے اور یہ ہمیں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ وہ ذمی کہنے لگا: کیا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمھیں یہ حکم دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ وہ ذمی کہنے لگا: انہی افعال کریمہ اور صفات مجیدہ کی وجہ سے آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں نے اتباع کیا ہے اور میں آپ علیہ السلام کو گواہ سمجھتا ہوں کہ میں آپ علیہ السلام کے دین پر ہوں۔ پس وہ شخص حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ پلٹ آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانا تو اسلام لے آیا۔[2]

انس بن مالکؓ سے منقول ہے کہ میں نے نو سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی ہے۔ ایک دفعہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام تو نے کیوں کیا اور میرے کسی کام میں عیب نہ نکالا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ اچھی خوشبو نہیں سونگھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے ساتھ بیٹھتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زانو اس کے زانو سے آگے نہ بڑھتا۔ ایک بدو ایک دن آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ردا اس سختی سے کھینچی کہ گردن مبارک پر اس کا نشان پڑ گیا اور کہنے لگا کہ مال خدا میں سے مجھے کچھ دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لطف و کرم سے رخ انور کو اس کی طرف کیا اور ہنسنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس کو عطیہ دیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت بھیجی:

---

[1] ۔ الکافی (ط۔ الاسلامیہ)؛ ج ۲؛ ص ۶۷۰

[2] ۔ الکافی (ط۔ الاسلامیہ)؛ ج ۲؛ ص ۶۷۰

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۔[1] ۔بیشک آپ ﷺ خلق عظیم پر ہیں۔[۲]

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ص قَالَ أَنَا أَدِيبُ اللَّهِ وَ عَلِيٌّ أَدِيبِي أَمَرَنِي رَبِّي بِالسَّخَاءِ وَ الْبِرِّ وَ نَهَانِي عَنِ الْبُخْلِ وَ الْجَفَاءِ وَ مَا شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ مِنَ الْبُخْلِ وَ سُوءِ الْخُلُقِ ۔[۳]

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں: حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

مجھے اللہ نے ادب سکھایا ہوا ہے اور علی علیہ السلام کو میں نے ادب سکھایا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ نے مجھے سخاوت اور نیکی کا حکم دیا ہے اور بخل و جفا سے منع فرمایا ہے اور خدا کے نزدیک بخل اور بد خلقی سے کوئی صفت بد تر نہیں۔

اور آپ ﷺ کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ حضرت اسد اللہ الغالب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

جب جنگ کا بازار گرم ہو جاتا تو ہم آنحضرت ﷺ کی طرف پناہ لیتے اور کوئی شخص آپ ﷺ سے زیادہ دشمن کہ قریب نہ ہوتا۔[۴]

ابن عباس سے منقول ہے: جب آپ ﷺ سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو آپ ﷺ اس کی بار بار تکرار کرتے تا کہ سائل کو اشتباہ نہ ہو۔[۵]

---

[1]۔ سورۃ القلم، آیت ۴

[۲]۔ مکارم الأخلاق؛؛ ص ۱۷

[۳]۔ مکارم الأخلاق؛؛ ص ۱۷

[۴]۔ نہج البلاغۃ (للصبحی صالح)؛؛ ص ۵۲۰

[۵]۔ مکارم الأخلاق؛؛ ص ۲۰

مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام کیلئے پیغمبر ﷺ کی ہدایات

سیرت ابن ہشام سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں لشکر اسلام جبل طی ّمیں آیا اور اس کو فتح کیا اور وہاں سے قیدی مدینہ میں لے آئے کہ جن میں حاتم طائی کی بیٹی تھی۔ جب حضرت ﷺ نے انھیں دیکھا تو حاتم طائی کی بیٹی نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یَا رَسُوْلَ اللهِ هَلَكَ الْوَالِدُ وَ غَابَ الْوَافِدُ فَامْنُنْ عَلَيَّ مَنَّ اللهُ عَلَيْكَ اے اللہ کے رسول ﷺ! باپ مر گیا ہے اور میرا بھائی عدی بن حاتم شام کی طرف بھاگ گیا ہے، مجھ پر احسان و بخشش کریں خدا آپ ﷺ پر احسان و بخشش کرے گا۔ پہلے اور دوسرے دن آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا، تیسرے دن آپ ﷺ ان قیدیوں سے ملنے گئے تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس لڑکی کو اشارہ کیا کہ دوبارہ اپنی درخواست پیش کرو۔ اس لڑکی نے گذشتہ بات کا اعادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس انتظار میں ہوں کہ کوئی امانت دار قافلہ مل جائے اور تجھے تیرے شہر کی طرف بھیجوں اور اس کو معاف فرمایا۔[1]

ارباب سیر آپ ﷺ کی سیرت میں لکھتے ہیں کہ جب کسی لشکر کو معمور کرتے تو قائدین لشکر کو لشکر سمیت بلاتے اور ان کو اس طرح وصیت و وعظ فرماتے:

اللہ کے نام پر جاؤ اور اسی سے استقامت مانگو اور خدا کے لیے رسول خدا ﷺ کی ملت پر رہتے ہوئے جہاد کرو۔ ہاں اے لوگوں مکر نہ کرنا، مال غنیمت میں سے کچھ نہ چرانا، کفار کو قتل کرنے کے بعد ان کی آنکھ، کان اور ان کے دوسرے اعضاء کو نہ کاٹنا، بوڑھوں بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، وہ راہب جو غاروں میں رہتے ہیں انہیں قتل نہ کرنا اور درختوں کی بیخ کنی نہ کرنا مگر یہ کہ مجبور ہو جاؤ، نخلستان کو نہ جلانا،

---

[1] ۔ سیرۃ ابن ہشام، ج ۴، ص ۲۲۵، ۵۷۹ (چاپ المکتبۃ العلمیۃ بیروت)

Interior & Exterior Work Expert

Shabbir Ali +92 321 2419 020
Ali Asghar +92 333 2136 519
(Raju Bhai)

ADIL FURNISHERS & GENERAL CONTRACTOR

All Kinds of Wooden, Aluminum, Glass, Title, Colour, Flooring, Electrical, Plumbring, Fallsealing, Sealing Maintenance & Civilworks

TAKE AN EXTRA 10% OFF

BRING THIS FLYER TO AVIL THE DISCOUNT

Shop # 2, Zainabia Park View, Block-B, M.A. Jinnah Road, Numaish, Karachi.

Pirani
FOODS & CATERERS
0332-4727211
0321-3641896

پانی میں غرق نہ کرنا، میوہ دار درختوں کو نہ اکھاڑنا، کھیتی اور زراعت کو نہ جلانا۔ ہو سکتا ہے تمہیں بھی اس کی ضرورت پڑے اور حلال گوشت جانور کو ختم نہ کرنا مگر یہ کہ کھانے کی ضرورت پڑے اور کبھی کفار کے پانی کو زہر آلود نہ کرنا اور مکر و حیلہ نہ کرنا۔[1]

تہذیبِ نفس، زہد و عاجزی کا نمونہ

ہر جہاد سے جہاد یا نفس کو بڑا سمجھتے تھے جیسا کہ روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ ص بَعَثَ بِسَرِيَّةٍ فَلَمَّا رَجَعُوا قَالَ مَرْحَباً بِقَوْمٍ قَضَوُا الْجِهَادَ الْأَصْغَرَ وَبَقِيَ الْجِهَادُ الْأَكْبَرُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ص وَمَا الْجِهَادُ الْأَكْبَرُ قَالَ جِهَادُ النَّفْسِ۔[2]

ایک دفعہ آپ ﷺ کا لشکر کفار سے جہاد کر کے آ رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مرحبا اے وہ جماعت جو چھوٹا جہاد کر کے آ رہی ہے، بڑا جہاد ابھی ان کے ذمہ ہے۔ عرض کیا گیا: بڑا جہاد کون سا ہے؟ فرمایا نفس امارہ سے جہاد کرنا۔ اور روایت معتبر میں منقول ہے:

یا رسول اللہ قد أسرع إلیك الشیب؟ قال شیبتنی هود و الواقعة و المرسلات و عم یتساءلون۔[3]

آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا: آپ ﷺ کی ریش مبارک کیوں جلدی سفید ہو گئی ہے؟ فرمایا: مجھے سورہ ہود، واقعہ، مرسلات اور عمّ یتساءلون نے بوڑھا کر دیا ہے کیونکہ ان میں قیامت اور گزشتہ امتوں کے عذاب کے حالات ہیں۔

---

[1]۔ الکافی (ط - الإسلامیہ)؛ ج۵؛ ص۲۹

[2]۔ الکافی (ط - الإسلامیہ)؛ ج۵؛ ص۱۲

[3]۔ تفسیر نور الثقلین؛ ج۲؛ ص۳۳۴

روایت ہے کہ:

جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ درہم و دینار، غلام و کنیز، گوسفند اور اونٹ سوائے اپنی سواری کے، نہیں چھوڑے گئے تھے اور آپ ﷺ کی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے پاس بیس صاع جو کے بدلے گروی تھی جو آپ ﷺ نے اپنے اہل خانہ کے خرچ کے لیے قرض لیے تھے۔[1]

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

ایک فرشتہ رسول ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: آپ ﷺ کا پروردگار آپ کو سلام کرتا ہے اور کہتا ہے، اگر آپ ﷺ چاہیں تو مکہ کا صحرا آپ ﷺ کے لیے تمام سونے کا ہو جائے تو آپ ﷺ نے سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا: خدایا میں چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر رہوں اور تیری حمد کروں اور ایک دن بھوکا رہوں تاکہ تجھ سے سوال کروں[2] اور آپ ﷺ نے فرمایا: آنحضرت ﷺ رحمت الٰہی سے واصل ہونے تک کبھی تین روز متواتر گندم سے سیر نہیں ہوئے۔[3]

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے:

ہم رسول خدا ﷺ کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے کہ اچانک فاطمہ علیہا السلام روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ جناب فاطمہ علیہا السلام نے عرض کیا: میں نے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کے لیے ایک روٹی پکائی تھی، یہ ٹکڑا میں آپ ﷺ کے لیے

1۔ قرب الإسناد (ط-الحديثة)؛ متن؛ ص۹۱

2۔ صحيفة الإمام الرضا عليه السلام؛؛ ص۵۷

3۔ عيون إخبار الرضا عليه السلام؛ ج۲؛ ص ۶۴

لائی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین دن ہو گئے کہ کھانا آپ علیہا السلام کے والد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکم میں داخل نہیں ہوا اور یہ پہلا کھانا ہے جو میں کھا رہا ہوں۔[1]

ابن عباس کہتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھتے۔ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے اور گوسفند اپنے ہاتھ سے باندھتے اور اگر کوئی غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کی روٹی کے لیے اپنے گھر میں بلاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی دعوت قبول فرماتے۔[2]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ بدن کی رگوں کے برابر کہتے: الحمد للہ رب العالمین کثیراً علیٰ کل حال۔[3]

کسی مجلس سے اس وقت تک نہ اٹھتے چاہے مختصر بیٹھک ہی کیوں نہ ہوتی جب تک پچیس مرتبہ استغفار نہ کرتے اور ہر روز ستر مرتبہ استغفر اللہ اور ستر مرتبہ اتوب الی اللہ کہتے۔[4]

روایت ہے کہ:

شب جمعہ مسجد قبا میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افطار کرنا چاہا تو فرمایا کوئی پینے کی چیز ہے جس سے میں افطار کروں؟ اوس بن خولی انصاری دودھ کا پیالہ لے آیا جس میں شہد ملا ہوا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے لبوں سے لگایا اور اس کا ذائقہ محسوس کیا تو اس کو منہ سے الگ کر لیا اور فرمایا: یہ دو پینے کی چیزیں ہیں کہ جن میں ایک پر اکتفاء کیا جا سکتا ہے، میں دونوں کو نہیں پیوں گا اور اسے لوگوں پر حرام بھی نہیں قرار

---

[1]۔ صحیفۃ الإمام الرضا علیہ السلام؛؛ ص ۷۱

[2]۔ الأمالی (للطوسی)؛ النص؛ ص ۳۹۳

[3]۔ الفصول المہمۃ فی إصول الائمۃ (تکملۃ الوسائل)؛ ج ۳؛ ص ۲۴۶

[4]۔ الکافی (ط - الإسلامیہ)؛ ج ۲؛ ص ۵۰۴

دیتا لیکن میں خدا کے لیے تواضع اور فروتنی کرتا ہوں اور جو خدا کے لیے فروتنی کرے خدا اسے بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرے خدا اسے پست کرتا ہے اور جو شخص اپنی معیشت میں میانہ رو ہو خدا اسے روزی دیتا ہے اور جو اسراف کرے خدا اسے محروم کرتا ہے اور جو موت کو زیادہ یاد کرے خدا اسے دوست رکھتا ہے۔[1]

روزے کے سلسلے میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

سند صحیح کے ساتھ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اول بعثت میں ایک مدت تک اتنے پے در پے روزے رکھے کہ لوگ کہتے تھے: اب ترک ہی نہیں کریں گے۔ پھر ایک مدت تک ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے طریقے پر۔ پھر اسے بھی چھوڑ دیا اور ہر مہینہ ایام البیض (تیرہ، چودہ، پندرہ) کے روزے رکھتے۔ پھر اسے بھی چھوڑ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت قرار پائی کہ ہر ماہ پہلی جمعرات کا دن اور مہینے کی آخری جمعرات اور درمیانی دھائی کے پہلے بدھ کا روزہ رکھتے تھے اور اسی طریقے پر رہے یہاں تک کے رحمت ایزدی سے جا ملے۔[2]

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پورا ماہ شعبان بھی روزے رکھتے۔[3]

---

[1] ۔ الکافی (ط - الإسلامیہ)؛ ج ۲؛ ص ۱۲۲، مکارم الأخلاق؛؛ ص ۳۲

[2] ۔ قرب الإسناد (ط - الحدیثہ)؛ متن؛ ص ۹۰

[3] ۔ الکافی (ط - الإسلامیہ)؛ ج ۴؛ ص ۹۲

دستر خوان اور کھانے پینے کے آداب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لہسن ،پیاز، ساگ اور بد بو دار سبزی نہیں کھاتے تھے اور کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں فرماتے تھے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اچھا لگتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے اور مجلس میں تمام لوگوں سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے اور سب سے آخر میں ہاتھ روکتے اور اپنے آگے سے کھاتے۔ سوائے کھجوروں کے ان سب میں ہاتھ کو گردش دیتے اور پیالہ کو پوری طرح صاف کرتے اور انگلیوں کو ایک ایک کر کے چاٹتے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر چہرے پر پھیرتے۔ جب تک ممکن ہو تا تنہا کوئی چیز نہ کھاتے۔

پانی پینے سے پہلے بسم اللہ کہتے اور تھوڑا سا پانی پی کر لبوں سے دور کرتے اور الحمد للہ کہتے۔ تین دفعہ ایسا کرتے۔ کبھی ایک سانس میں بھی پیتے۔ کبھی لکڑی کے برتن میں کبھی چمڑے کے یا کبھی مٹی کے ظرف میں پانی پیتے اور جب کوئی برتن نہ ہوتا تو دونوں ہاتھوں کو پُر کر کے نوش فرماتے اور کبھی مشک سے منہ لگا کر پیتے اور اپنے سر و ریش مبارک کو بیری کے خشک ٹوٹے ہوئے پتوں سے دھوتے اور تیل لگانے کو پسند اور پراگندہ مو رہنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔ جب گھر میں داخل ہونے لگتے تو تین مرتبہ اجازت لیتے اور کسی کو اپنے سامنے کھڑا رہنے نہیں دیتے تھے اور کبھی دو انگلیوں سے کھانا نہیں کھاتے بلکہ تین یا اس سے زیادہ انگلیوں سے کھانا کھاتے۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح کرنا

وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزاح (یعنی خوش طبعی، مذاق یا ظرافت) فرماتے تھے لیکن حرف باطل (یعنی جھوٹ اور بیہودہ بات) نہ کہتے تھے جیسے کہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

---

[1]۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)؛ ج۱؛ ص ۱۲۴ و ۱۲۶

مَنْ يَشْتَرِي هٰذَا الْعَبْدَ يَعْنِي أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ۔[1]

اس بندے کو کون خریدے گا؟یعنی بندہ خدا کو۔

ایک دن ایک عورت اپنے شوہر کے حالات بیان کررہی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہی جس کی دونوں آنکھ میں سفیدی ہے؟ وہ کہنے لگی نہیں، اس کی دونوں آنکھ میں سفیدی نہیں۔ جب اس نے اپنے شوہر سے یہ واقع بیان کیا تو وہ کہنے لگا: حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزاح کیا ہے اور سچ فرمایا ہے، أَمَا تَرَيْنَ بَيَاضُ عَيْنَيَّ أَكْثَرُ مِنْ سَوَادِهَا کیا تو دیکھتی نہیں میری دونوں آنکھ کی سفیدی اس کی سیاہی سے زیادہ ہے، ہر شخص کے آنکھوں کی سفیدی سیاہی کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔[2]

ایک دن انصار میں سے ایک بڑھیا نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے بہشت کی دعا کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ وہ عورت رونے لگی تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے اور فرمایا: وہ جوان وباکرہ ہوکر جنت میں جائیں گی۔[3]

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دوسری بڑھیا، بلالؓ اور عباسؓ اور دوسرے لوگوں سے مزاح کرنے کی حکایت بھی مشہور ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اشجعی بوڑھی عورت سے کہا: اے اشجعی! بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، تو حضرت بلالؓ نے اسے دیکھا وہ رورہی ہے، تو انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کیا۔ تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کالے بھی اسی طرح جنت میں نہیں جائیں گے، تو بلالؓ بھی رونے لگے، ان دونوں کو روتے ہوئے عبّاس بن عبد المطلبؓ نے دیکھا تو ان دونوں نے انہیں حال سنایا۔ عباس بن عبد المطلبؓ

---

[1]۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)؛ج۱؛ص۱۴۸

[2]۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)؛ج۱؛ص۱۴۸

[3]۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)؛ج۱؛ص۱۴۸

بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور ان دونوں کا حال بتایا تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: بوڑھے بھی جنت میں نہیں جائیں گے۔ تو ان کا دل بھی اداس ہو گیا پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تینوں کو بلایا اور ان کے دلوں کو تسکین دی اور فرمایا: يُنْشِئُهُمُ اللّٰهُ كَاَحْسَنِ مَا كَانُوا وَ أَنَّهُمْ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ شَبَاباً مُنَوَّرِينَ جنت میں سب اچھے حال میں جائیں گے اور سب نورانی چہرہ لئے جوان ہو کر جائیں گے۔[1]

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک عورت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی فلاں شخص نے میرا بوسہ لیا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بلایا اور فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا ہے؟ وہ کہنے لگا: اگر میں نے یہ برا کام کیا ہے تو وہ مجھ سے اس کا قصاص لے لے یعنی اس برے کام کی تلافی کر لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے اور فرمایا پھر ایسا نہ کرنا، کہنے لگا نہیں کروں گا۔[2]

مؤلف کہتا ہے جو عقلمند، ان چیزوں میں جو ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور اطوار حمیدہ میں ذکر کی ہیں، نظر انصاف سے تدبر و تامل کرے، وہ علم الیقین سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقتِ نبوت کو پہچان لے گا اور یہ سمجھ لے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق شریفہ معجزہ کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے گروہ میں نشو نما پائی جو تمام اخلاق حسنہ سے عاری تھے اور ان کا دار و مدار عصبیت، عناد، نزاع، اختلاف، حسد اور فتنہ و فساد پر تھا اور حج میں وہ جانوروں کی طرح ننگے ہو جاتے تھے۔ وہ کعبہ کے گرد تالیاں اور سیٹیاں بجاتے اور اچھلتے و کودتے تھے جیسا کہ خدا ان کی حالت کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

---

[1]۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)؛ ج۱؛ ص۱۴۸

[2]۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)؛ ج۱؛ ص۱۴۹

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ۔ [1]

یعنی اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں بجانے، تالیاں بجانے کے سوا اور کچھ بھی نہ تھی۔

اور جن لوگوں کی نماز ایسی ہو تو سوچیئے کہ ان کے باقی اطوار و عادات کیسے ہونگے۔ اس وقت جب کہ تیرہ سو سال حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو گزر گئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت مقدسہ نے طوعاو کرھا ان کی اصلاح کی ہے۔ جو شخص صحرائے مکہ میں جائے انھیں دیکھے تو سمجھ لیتا ہے کہ وہ انسانیت کے کس درجہ اور آدمیت کے کس مرحلہ میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے بدوؤں میں پیدا ہوئے۔ تمام آداب حسنہ، اخلاق مستحسنہ اور اطوار حمیدہ کے ساتھ پیدا ہوئے۔ جو کہ حلم و علم و کرم و سخاوت، عفت و شجاعت و مروت اور باقی بلند صفات ہیں کہ علماء فریقین نے اس سلسلہ میں کئی کتابیں لکھی ہیں اور ان کے عشر و عشیر (یعنی دسویں حصے) کا احصاء و شمار نہیں کر سکے اور اس سلسلے میں اپنی عاجزی کا اعتراف کیا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختصر معجزات

واضح ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنے معجزات تھے کہ جتنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے نبی کے پاس نہیں تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی نظیر و مثیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظہور پذیر ہوئے اور ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات چار ہزار چار سو چالیس ہیں جن میں سے تین ہزار ذکر ہوئے ہیں۔ [2]

---

[1]۔ سورہ انفال، آیت ۳۵

[2]۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)؛ ج۱؛ ص ۱۴۴

فقیر (صاحبِ کتاب) عرض کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اقوال و اطوار و اخلاق بذاتِ خود معجزہ ہیں۔ خصوصاً حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب کی خبریں دینا جیسا کہ ان کی طرف اشارہ آئے گا۔ علاوہ ان معجزات کے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے قبل اور ولادت کے وقت ظہور میں آئے ہیں جیسا کہ اہل اطلاع پر ظاہر و روشن ہے اور زیادہ اقویٰ اور زیادہ باقی رہنے والا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ قرآن مجید ہے کہ جس کی مثل لانے سے تمام فصحا و بلغاء نے اپنے عجز کا اقرار کیا اور جس نے بھی قرآن کے مقابلہ میں چند کلمے پیش کیے وہ ناکام اور رسوا ہوا۔ مثلاً مسیلمہ کذاب، اسود عنسیؒ وغیرہ۔

اگر کوئی شخص مختصر طور پر اعجازِ قرآن پر مطلع ہونا چاہے تو وہ علامہ مجلسیؒ کی کتاب حیٰوۃ القلوب جلد دوم کے باب چہارم کی طرف رجوع کرے کیونکہ اس مختصر کتاب میں اس کے ذکر کی گنجائش نہیں۔

بہر حال اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی چند انواع کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

نوع اول: وہ معجزات جن کا تعلق اجرام سماویہ کے ساتھ ہے

مثلاً شق قمر، ردشمس، بادل کا سایہ کرنا، بارش اور میوؤں کا آسمان سے نازل ہونا اور اس قسم کی دوسری چیزیں اور یہاں ہم چار امور کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلا امر: چاند کا دو ٹکڑے ہونا (شقّ القمر)

خداوند عالم نے فرمایا: اَقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ وَاِنۡ يَّرَوۡا اٰيَةً يُّعۡرِضُوۡا وَيَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ۔[1]

یعنی قیامت نزدیک ہوئی اور چاند ٹکڑے ہوا اور اگر کوئی وہ آیت و معجزہ دیکھیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں جادو جاری ہے۔

---

[1]۔ سورہ قمر، آیت ۱ اور ۲

اکثر مفسرین خاصہ و عامہ نے روایت کی ہے کہ یہ آیتیں اس وقت اس نازل ہوئیں جب قریش نے مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور قدرت خدا سے وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور بعض روایات میں ہے کہ یہ واقعہ ذی الحج کی چودہ تاریخ کی رات کا ہے۔[1]

دوسرا امر: سورج کا پلٹنا (ردّ الشمس)

علماء خاصہ و عامہ نے بہت سے اسناد کے ساتھ اسماء بنت عمیس اور دوسرے لوگوں سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو کسی کام کے لیے بھیجا۔ جب نماز عصر کا وقت ہوا اور نماز عصر پڑھی جا چکی تو حضرت امیر علیہ السلام آئے جبکہ آپ علیہ السلام نے ابھی نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک حضرت امیر علیہ السلام کے زانو پر رکھ دیا اور سو گئے۔ اسی اثناء میں وحی نازل ہونے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر کپڑے سے لپیٹ لیا اور وحی سننے لگے۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب کے نزدیک ہو گیا جب وحی ختم ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے علی علیہ السلام نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا کہ نہیں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیونکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کو اپنے دامن سے دور نہیں کر سکا پس حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدایا علی علیہ السلام تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں مشغول تھا «اللّھم ردّ علیّ الشمس» پس اس کے لیے سورج پلٹا دے۔ اسماءؓ کہتی ہیں خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ سورج پلٹ آیا اور اتنا بلند ہوا کہ زمین پر اس کی روشنی پڑی اور نماز عصر کی فضلیت کا وقت ہوا اور حضرت علی علیہ السلام نے نماز پڑھی۔ پھر دوبارہ سورج ڈوب گیا۔[2]

---

[1]۔ تفسیر القمی؛ ج ۲؛ ص ۳۴۱

[2]۔ فضائل امیر المؤمنین علیہ السلام؛ ابن عقدہ کوفی، احمد بن محمد؛ ص ۷۵

(مترجم کہتا ہے کہ تاریخ سے باخبر لوگ جانتے ہیں کہ بہت سی روایات میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے اشارہ سے نماز پڑھی لی تھی۔ البتہ مکمل رکوع وسجدہ چونکہ بجا نہیں لائے تھے لہٰذا تکمیلِ ہیئت نماز کے لیے سورج پلٹایا گیا تھا۔)

تیسرا امر: بارش کا برسنا (انزال المطر)

نیز خاصہ وعامہ نے روایت کی ہے کہ جب قبائل عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچانے میں ایک دوسرے سے اتفاق کر لیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا: خداوندا قبائل مضر پر اپنا عذاب سخت کر دے اور ان پر قحط نازل فرما جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط نازل ہوا۔ پس سات سال تک بارش نہ ہوئی اور مدینہ میں بھی قحط پڑ گیا۔ ایک اعرابی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرب کی طرف سے استغاثہ کیا کہ ہمارے درخت خشک ہو گئے ہیں اور ہماری گھاس ختم ہو چکی ہے اور دودھ ہمارے چوپاؤں اور عورتوں کے پستانوں میں نہیں آرہا اور ہمارے چوپائے ہلاک ہو گئے ہیں۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد وثناء کی اور بارش کے لیے دُعا مانگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے دوران ہی بارش ہو گئی اور ایک ہفتہ تک بارش ہوتی رہی۔ اتنی بارش ہوئی کہ اہل مدینہ نے شکایت کی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ڈر ہے کہ ہم غرق نہ ہو جائیں اور ہمارے گھر نہ گر پڑیں۔

پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: حَوَالَیۡنَا وَلَا عَلَیۡنَا۔[1] ''خدایا ہمارے ارد گرد نہ ہم پر۔'' جس طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشارہ کرتے بادل ہٹ جاتے۔ پس بادل مدینہ سے دور ہو گئے اور مدینہ کے ارد گرد تاج کی طرح حلقہ بن گیا اور اطراف میں سیلاب کی طرح برسنے لگا اور مدینہ پر ایک قطرہ بھی

---

[1]۔ قرب الإسناد (ط-الحديثة)؛ متن؛ ص ۳۲۴

نہیں برستا تھا اور ایک ہفتہ تک وادیوں میں پانی جاری رہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خدا کی قسم اگر ابو طالب علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں روشن ہو جاتیں ۔" بعض اصحاب نے عرض کیا۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا یہ شعر یاد آیا ہے:

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ   ثِمَالُ الْيَتَامى، عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ؟.«![1]

یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کا سہارا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں"۔

چوتھا امر: جنت کی نعمات کا تسبیح کرنا

سند معتبر کے ساتھ ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب سیدہ علیہا السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں۔ انہوں نے حسن و حسین علیہما السلام کو اٹھار کھا تھا۔ حریرہ (ایک طرح کا کھانا ہے) پکا کر اپنے ساتھ لائی تھیں۔ جب حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پسرِ عم کو بلا لاؤ۔ جب حضرت امیر علیہ السلام حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن علیہ السلام کو دائیں زانو پر، امام حسین علیہ السلام کو بائیں زانو پر بٹھایا اور علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کو اپنے سامنے اور پیچھے بٹھایا اور انہیں خیبری چادر اوڑھا دی اور تین مرتبہ فرمایا: "خدایا یہ میرے اہل بیت علیہم السلام ہیں پس ان سے شک و گناہ کو دور رکھ اور انہیں ایسا پاک رکھ جیسا پاک رکھنے کا حق ہے ۔" میں دہلیز پر کھڑی تھی ۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان میں سے ہوں ؟۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہاری عاقبت اور انجام بالخیر ہے لیکن تم ان میں سے نہیں ہو۔ پس جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور بہشت کے انار و انگور کا ایک طبق لے آئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ انار اور انگور اپنے ہاتھ میں لیے تو دونوں تسبیح خدا کرنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے کچھ کھائے۔ پھر

---

[1] ۔ الکافی (ط - دار الحدیث)، ج ۲، ص: ۴۶۳

حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کے ہاتھ میں رکھے اور ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے سبحان اللہ کہا اور انہوں نے بھی کھایا۔ پھر علی علیہ السلام کے ہاتھ میں دیئے تو بھی تسبیح کہی اور آپ علیہ السلام نے بھی تناول کیے۔ پس صحابہ میں سے ایک شخص اندر آیا اور اس نے چاہا کہ انار و انگور کھائے تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ میوے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وصی نبی علیہ السلام یا فرزندِ نبی علیہ السلام کے علاوہ کوئی نہیں کھا سکتا۔[1]

دوسری نوع وہ معجزات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جمادات و نباتات میں ظاہر ہوئے

مثلاً پتھر اور درخت کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرنا اور درخت کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے چلنا اور سنگریزہ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر تسبیح پڑھنا اور کھجور کے تنے سے رونے کی آواز آنا، اور عکاشہ کے لیے جنگ بدر میں اور جنگ احد میں عبد اللہ بن جحش کے لیے لکڑی کا تلوار ہو جانا اور کھجور کے پتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ سے ابو دجانہ کے لیے تلوار ہو جانا اور سراقہ کے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں کا زمین میں دھنس جانا جب ابتداء ہجرت میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لگا۔[2]

اور اس کے علاوہ دوسری چیزیں اور ہم یہاں ان میں سے چند امور کو ذکر کریں گے۔

پہلا امر: درختِ حنّانہ

خاصہ اور عامہ نے بہت سے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مسجد بنائی تو مسجد میں کھجور کا ایک خشک پرانا درخت تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیتے تو اس درخت سے ٹیک لگا لیتے۔ پس ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ

---

[1] ۔ الخرائج والجرائح؛ ج ۱؛ ص ۴۸

[2] ۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)؛ ج ۱؛ ص ۱۱۹، ۱۲۰

میں آپ ﷺ کے لیے منبر بنادوں تا کہ خطبہ کے وقت آپ ﷺ اس پر تشریف فرما ہوں۔ جب اجازت ملی تو اس نے حضرت ﷺ کے لیے منبر بنایا جس کی تین سیڑھیاں تھیں۔ حضرت ﷺ تیسری سیڑھی پر تشریف فرما ہوتے۔ جب پہلی دفعہ حضرت ﷺ منبر پر بیٹھنے لگے تو اس درخت سے گریہ و نالہ کی آواز بلند ہوئی جس طرح اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں آواز نکالتی ہے۔ پس حضرت ﷺ منبر سے اترے اور اس درخت کو اپنی بغل میں لیا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں اس کو بغل میں نہ لیتا تو قیامت تک گریہ و نالہ کرتا رہتا اور اس کو حنانہ کہا جاتا تھا۔ یہ درخت اسی طرح رہا۔ یہاں تک کہ بنی امیہ نے مسجد کو خراب کیا اور نئے سرے سے بنانے لگے اور اس درخت کو کاٹ دیا اور دوسری روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ اس درخت کو اکھیڑ کر منبر کے نیچے دفن کر دو۔[1]

دوسرا امر: متحرک درخت

نہج البلاغہ اور دوسری کتب میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس دن رسول خدا ﷺ کے ساتھ تھا جب اشراف قریش حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے محمد ﷺ تو ایک بہت بڑا دعویٰ کرتا ہے جو تیرے آباء و اجداد اور رشتہ داروں میں کسی نے نہیں کیا تو ہم تجھ سے ایک چیز کا سوال کرتے ہیں۔ اگر ہمارا جواب تو دے سکے تو ہم سمجھیں گے کہ تو پیغمبر اور رسول ہے اور اگر نہ دے سکے تو ہم جان لیں گے تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا کیا سوال ہے۔ وہ کہنے لگے تم ہمارے کہنے سے اس درخت کو بلاؤ یہ اپنی جڑوں سمیت اکھڑ کر تمہارے سامنے آکھڑا ہو۔

---

[1] الخرائج والجرائح، ج۱، ص: ۱۶۵و۱۶۶

آپ ﷺ نے فرمایا: ”خدا ہر چیز پر قادر ہے اگر وہ ایسا کر دکھائے تو تم ایمان لے آؤ گے ؟“ کہنے لگے کہ ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہارے مطالبہ کو پورا کر دیتا ہوں لیکن مجھے معلوم ہے کہ تم ایمان نہیں لاؤ گے اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو جنگ بدر میں مارا جائے گا۔ اور بدر کے کنوئیں میں ڈالا جائے گا اور ایک گروہ ایسا ہے جو لشکر کشی کرے گا اور مجھ سے جنگ کرنے آئے گا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے درخت اگر تو خدا اور روزِ جزا پر ایمان رکھتا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ میں خدا کا رسول ﷺ ہوں تو حکم خدا سے اپنی جڑوں سمیت اکھڑ کر میرے سامنے آجا۔ پس اس خدا کے حق کی قسم ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا تھا وہ درخت جڑوں سمیت زمین سے اکھڑ گیا اور آپ ﷺ کی طرف سخت آواز کے ساتھ چل پڑا اور اس کی آواز پرندوں کے پروں کے پھڑ پھڑانے کی طرح تھی یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے پاس آ کے کھڑا ہو گیا اور آپ ﷺ کے سر مبارک پر سایہ کیا اور اپنی بڑی شاخ آنحضرت ﷺ کے سر پر اور دوسری شاخ میرے سر پر پھیلا دی جبکہ میں آپ ﷺ کی دائیں طرف کھڑا تھا۔ جب انہوں نے یہ واضح معجزہ دیکھا تو از روئے تکبر کہنے لگے اس کو حکم دو کہ یہ پلٹ جائے اور دو ٹکڑے ہو کر آدھا تمہاری طرف آئے اور آدھا اپنی جگہ پر رکا رہے۔ حضرت ﷺ نے اس کو حکم دیا اور وہ پلٹ گیا اور اس کا آدھا حصہ جدا ہو کر با صدائے عظیم تیزی کے ساتھ دوڑا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس پہنچا۔ کہنے لگے اس کو حکم دو کہ یہ پلٹ جائے اور اپنے دوسرے حصہ کے ساتھ مل جائے۔ حضرت ﷺ نے حکم دیا تو ایسا ہی ہوا جس طرح انہوں نے چاہا تھا۔ تو میں نے کہا لا الٰہ الا اللہ۔ پہلا شخص جو آپ ﷺ پر ایمان لایا وہ میں ہوں اور وہ شخص جو اقرار کرتا ہے کہ جو کچھ اس درخت نے کیا یہ آپ ﷺ کی بنوت کی تصدیق اور آپ ﷺ کی تعظیم کے لیے کیا ہے وہ میں ہوں۔

پھر وہ تمام کفار کہنے لگے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جادوگر اور جھوٹا ہے اور تیرے پاس عجیب و غریب جادو ہیں اور تیری تصدیق اس جیسے افراد ہی کرتے ہیں جو تیرے پہلو میں کھڑا ہے۔[1]

تیسرا امر: نورانی تازیانہ

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ قریش نے طفیل ابن عمرو سے کہا کہ جب مسجد الحرام میں جاؤ تو اپنے کان روئی سے بند کر لو تا کہ محمد ﷺ کے قرآن پڑھنے کی آواز نہ سن سکو، کہیں تمہیں فریب اور دھوکا نہ دے دے، جب وہ مسجد الحرام میں گیا جتنی زیادہ روئی وہ اپنے کان میں ٹھونستا آپ کی آواز اسے زیادہ سنائی دیتی بس وہ اس معجزہ کی وجہ سے مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنی قوم کا سردار ہوں اور وہ میری اطاعت کرتے ہیں اگر مجھے کوئی علامت یا نشانی عطا فرمادیں تو میں ان کو دعوت اسلام دے سکتا ہوں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا: خدایا اسے کوئی علامت عطا فرما جب وہ اپنی قوم کی طرف پلٹ کر گیا تو اس کے تازیانے کے سرے سے قندیل کی طرح نور ساطع تھا۔[2]

تیسری نوع: وہ معجزات ہیں جو جانوروں میں ظاہر ہوئے

مثلاً آل ذریح کے گوسالہ کا کلام کرنا اور اس کا لوگوں کو حضرت ﷺ کی نبوت کی دعوت دینا۔ شیر خوار بچوں کا آپ ﷺ سے بات کرنا اور بھیڑیے، اونٹ، سوسمار، چڑیا اور زہر آلود گوسفند وغیرہ کا کلام کرنا[3]۔ اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں ہم یہاں ان میں سے چند امور پر اکتفا کرتے ہیں:

---

[1] ۔ نہج البلاغۃ (للصبحی صالح)؛ ص ۳۰۲، خطبہ ۱۹۲، قاصعہ

[2] ۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)، ج ۱، ص: ۱۱۸

[3] ۔ بصائر الدرجات فی فضائل آل محمد صلی اللہ علیہم، ج ۱، ص: ۳۵۲

پہلا امر: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہرنی کا تقاضہ

راوندی اور ابن بابویہ نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحرا میں جارہے تھے اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ کہ کوئی پکار رہا ہے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا مگر کوئی شخص نظر نہ آیا۔ دوبارہ آواز آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا لیکن کوئی شخص نظر نہ آیا۔ تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بندھی ہوئی ہرنی کو دیکھا۔ وہ ہرنی کہنے لگی: اس اعرابی نے مجھے شکار کیا ہے اور اس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں۔ مجھے چھوڑ دیجئے تا کہ میں جاکر انہیں دودھ پلا کے واپس آجاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو ایسا کرے گی؟ عرض کرنے لگی: اگر میں ایسا نہ کروں تو خدا مجھے چونگی وصول کرنے والوں جیسا عذاب کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا: وہ گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلا کر بہت جلدی واپس آگئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے باندھ دیا۔ جب اعرابی نے یہ کیفیت دیکھی تو کہنے لگا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اس کو چھوڑ دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اسے چھوڑا وہ دوڑتے ہوئے کہتی جارہی تھی: أشهد أن لا إله إلا الله وأنك رسول الله۔[1]

اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ اس ہرنی کو ایک یہودی نے شکار کیا تھا۔ جب وہ اپنے بچوں کے پاس گئی اور اپنی داستان بیان کی تو وہ کہنے لگے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے ضامن ہیں اور وہ منتظر ہوں گے۔ ہم دودھ نہیں پیتے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوں۔ پس وہ جلدی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرنے لگے اور اپنے منہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں سے ملتے تھے، پس یہودی رونے لگا اور مسلمان ہوگیا اور ہرنی کو چھوڑ دیا اور اس جگہ مسجد بنائی

---

[1] قصص الأنبیاء علیہم السلام (للراوندی)، ص: ۳۱۰

گئی اور حضرت نے ان ہرنوں کی گردن میں نشانی کے طور پر زنجیر ڈال دی اور فرمایا: تمہارا گوشت میں شکاریوں پر حرام قرار دیتا ہوں۔[1]

دوسرا امر: اونٹ کی شکایت

ایک گروہ علماء نے بہت سے اسناد کے ساتھ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک اونٹ آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اور اس نے اپنا سر زمین پر رکھ دیا اور فریاد کرنے لگا۔ عمر بن خطاب نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کررہا ہے تو ہم زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کریں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلکہ خدا کو سجدہ کرو۔ اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ یہ اونٹ اپنے مالکوں کی شکایت کرنے کے لیے آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں ان کی ملکیت میں داخل ہوا ہوں اب تک وہ مجھ سے کام لیتے رہے۔ اب میں بوڑھا، نابینا، کمزور اور عاجز ہو چکا ہوں تو وہ مجھے نحر کرنا چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو بھیج کر اونٹ کے مالک کو بلایا اور فرمایا کہ یہ اونٹ تمہاری یہ شکایت کرتا ہے۔ عرض کیا سچ کہتا ہے ہم ولیمہ کررہے ہیں، چاہتے ہیں کہ اسے نحر کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے نحر نہ کرو۔ مالک نے عرض کیا (جیسا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا) ایسا ہی ہو گا۔[2]

---

[1]۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)، ج۱، ص: ۹۵

[2]۔ قصص الانبیاء علیہم السلام (للراوندی)، ص: ۲۸۷

تیسرا امر: شیر کا احترام کرنا

راوندی اور ان کے علاوہ دوسرے خاصہ وعامہ محدثین نے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ کا آزاد کردہ غلام سفینہ کہتا ہے کہ حضرت ﷺ نے مجھے ایک جنگ پر بھیجا اور ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے۔ ہماری کشتی ٹوٹ گئی، تمام ساتھی اور مال ومتاع غرق ہو گیا اور میں ایک تختہ پر رہ گیا۔ مجھے موجِ دریا نے بالآخر مجھے ساحل پر پھینک دیا۔ دریا کے کنارے پر گردش کر رہا تھا، اچانک ایک شیر جنگل سے نکلا اور مجھے ہلاک کرنے کا قصد کیا۔ میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا کہ میں نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا کہ خدایا! میں تیرا بندہ اور تیرے رسول ﷺ کا آزادہ کردہ ہوں، مجھے غرق ہونے سے تو نے نجات دی ہے، کیا اب مجھ پر شیر کو مسلط کر رہا ہے۔ پس میرے دل میں خیال آیا کہ کہوں: اے درندے! میں سفینہ، رسول خدا ﷺ کا غلام ہوں، آپ ﷺ کے احترام کی، آپ ﷺ کے غلام کے حق میں رعایت کرو۔ خدا کی قسم جب میں نے یہ کہا تو اس نے غُرّانا ختم کر دیا اور بلی کی طرح میری طرف بڑھا اور خود کو کبھی میرے دائیں پاؤں کے ساتھ اور کبھی بائیں پاؤں سے ملتا تھا اور میرے چہرہ کی طرف دیکھتا تھا پس وہ لیٹ گیا اور مجھے اشارہ کیا کہ سوار ہو جاؤ۔ جب میں سوار ہوا تو فوراً مجھے ایک جزیرہ میں لے گیا، جہاں بہت سے میوہ دار درخت اور میٹھا پانی تھا۔ جب میں وہاں سے کھا پی کر فارغ ہو چکا تو وہ دوبارہ لیٹ گیا اور اشارہ کیا کہ سوار ہو جاؤ۔ جب میں سوار ہو گیا تو وہ دوسرے راستہ سے دریا کے کنارے لے آیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک کشتی دریا میں جا رہی ہے۔ میں نے اپنے کپڑے کو ہلایا یہاں تک کہ انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔ جب وہ میرے نزدیک آئے تو مجھے شیر پر سوار دیکھا تو انہیں بڑا تعجب ہوا اور وہ خدا کی تسبیح و تہلیل کرنے لگے اور کہتے تھے کہ تو جن ہے یا انسان؟ میں نے کہا: میں سفینہ، رسول خدا ﷺ کا غلام ہوں اور یہ شیر اس بشیر و نذیر کے حق کی رعایت میں میرا اسیر و مطیع ہے اور یہ میرا احترام کر رہا ہے۔ جب ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کا نام سنا تو انہوں نے کشتی کا بادبان نیچے کیا اور

کشتی لنگر انداز کی اور دو آدمی چھوٹی سی کشتی میں بٹھائے اور میرے لیے کپڑے بھیجے تا کہ میں انہیں پہن لوں۔ میں شیر کی پیٹھ پر سے اترا شیر ایک طرف کھڑا ہو گیا اور وہ دیکھتا رہا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ پس انہوں نے کپڑے میری طرف پھینکے اور میں نے وہ پہن لیے اور ان میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ آؤ میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ تا کہ میں تمہیں کشتی تک لے چلوں ایسا نہ ہو کہ شیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کا زیادہ احترام کرے پس میں شیر کے پاس گیا اور کہا کہ خداوند عالم تمہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جزائے خیر دے۔ جب میں نے یہ کہا تو خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی جب تک میں کشتی میں پہنچ نہیں گیا اور وہ میری طرف دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ میں اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔[1]

چوتھی نوع: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ معجزات جو مردوں کو زندہ کرنے اور بیماروں کو شفا دینے سے متعلق ہیں

اور وہ معجزات جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعضائے شریفہ سے ظہور میں آئے مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب مبارک سے جناب امیر علیہ السلام کی آنکھوں کا ٹھیک ہو جانا اور اس ہرن کا زندہ ہونا کہ جس کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھایا تھا اور اس انصاری کی بکری کے بچے کو زندہ کرنا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی تھی اور فاطمہ بنت اسد علیہا السلام کا قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس انصاری شخص کو زندہ کرنا کہ جس کی ماں نابینا اور بڑھیا تھی[2] اور اس کے علاوہ دیگر واقعات اور ہم یہاں ان میں سے چند امور پر اکتفا کرتے ہیں۔

---

[1] ۔الخرائج والجرائح، ج۱، ص: ۱۳۶

[2] ۔الخرائج والجرائح؛ ج۱؛ ص ۴۳

پہلا امر: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کا اثر

راوندی، طبری اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ ایک بچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لیے دعا فرمادیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ اس کا سر گنجا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دستِ مبارک پھیرا اور فوراً اس میں بال اُگ آئے اور وہ شفایاب ہوگیا۔ جب یہ اطلاع اہل یمن کو ملی تو وہ ایک بچہ مسیلمہ کذاب (جس نے نبی ہونے کا جھوٹا دعوی کیا تھا) کے پاس لائے تا کہ وہ اس کے لیے دعا کرے۔ مسیلمہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ گنجا ہوگیا اور اس کے سر کے بال گر گئے اور اس بد بختی نے اس کی اولاد میں بھی سرایت کی۔[1]

فقیر کہتا ہے کہ اس قسم کے اُلٹے معجزات مسیلمہ سے کافی سرزد ہوئے۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ اس نے اپنے نحس لعاب دہن کو ایک کنوئیں میں پھینکا تو اس کا پانی نمکین ہوگیا۔ ایک دفعہ اس نے اپنا تھوک ایک ڈول میں پھینکا اور وہ کنوئیں میں ڈالا گیا تا کہ اس میں پانی زیادہ ہو جائے تو جو پانی پہلے اس میں موجود تھا وہ بھی خشک ہوگیا۔ اس سے کہا گیا کہ ان الٹے معجزات کو کیا کروگے؟ تو وہ کہنے لگا کہ جس شخص کو میرے متعلق شک ہوگا تو اس پر میرا معجزہ الٹا اثر کرے گا۔

دوسرا امر: دانتوں کا بے عیب و نقص رہنا

سید مرتضیٰ اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ نابغہ جعدی جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعراء میں سے تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قصیدہ پڑھ رہا تھا، جب اس شعر تک پہنچا:

بَلَغْنَا السَّمَاءَ عِزَّةً وَتَكَرُّماً   وَإِنَّا لَنَرْجُو فَوْقَ ذٰلِكَ مَظْهَراً

---

[1] الخرائج والجرائح؛ ج۱؛ ص۲۹

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم عزت و کرم کے آسمان پر پہنچ گئے ہیں اور اس سے بالاتر کی امید رکھتے ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان سے اوپر کس چیز کا گمان رکھتے ہو؟ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جنّت کا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے خوب کہا خدا تیرے منہ کو نہ توڑے۔ راوی کہتا ہے میں نے اسے دیکھا جب کہ اس کی عمر ایک سو تیس سال کی ہوگئی تھی لیکن اس کے دانت عمدگی اور سفیدی میں گل بابونہ کی طرح تھے اور اس کا سارا بدن شکستہ ہوگیا سوائے اس کے منہ کے۔[1]

ایک روایت ہے کہ جب اس کا کوئی دانت گر جاتا تو اس کی جگہ اس سے عمدہ نکل آتا۔[2]

تیسرا امر: خشک درخت سے تازہ کھجور

ایک روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ ابو الہیثم کے گھر میں گئے۔ ابو الہیثم کہنے لگا: مرحبا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ، میں دوست رکھتا ہوں کہ کوئی چیز میرے پاس ہو اور میں ایثار کروں۔ میرے پاس جو کچھ تھا میں نے ہمسایوں کو بخش دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے اچھا کیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے ہمسایوں کے متعلق اتنی وصیت کی کہ مجھے گمان ہوا کہ میراث میں بھی ان کا حصّہ ہو گا۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر کے کنارہ پر ایک خشک کھجور کا درخت دیکھا۔ حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: پانی کا ایک پیالہ لے آؤ۔ آپ علیہ السلام نے اس میں مضمضہ یعنی کلّی کی اور

---

[1]۔ الخرائج والجرائح، ج۱، ص: ۵۱

[2]۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)، ج۱، ص: ۸۴

اس درخت پر چھڑکاؤ کیا۔ فوراً اس خشک درخت پر تازی کھجور لگ گئیں۔ سب نے سیر ہو کر کھجور کھائے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان نعمتوں میں سے ہے جو تمہیں قیامت میں ملیں گی۔[1]

چوتھا امر: دو بچوں کو زندہ کرنا

راوندی نے روایت کی ہے کہ ایک انصاری کے پاس بکری کا بچہ تھا۔ اس نے اسے ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا اس میں سے کچھ پکالو اور کچھ بھون لو۔ شاید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں مشرف فرمائیں اور آج رات ہمارے گھر میں افطار کریں اور وہ مسجد میں چلا گیا۔ اس کے دو چھوٹے بچے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے باپ نے بکری کے بچے کو ذبح کیا ہے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے کہنے لگا: آؤ میں تمہیں ذبح کروں اور چھری لے کر اسے ذبح کر دیا۔ ماں نے جب یہ حالت دیکھی اور وہ چیخی چلائی تو وہ بچہ خوف کے مارے بھاگا اور کمرے کی چھت سے گر کر وہ بھی مر گیا۔ اس مومنہ نے دونوں مردہ بچے چھپا دیئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے لیے کھانا تیار کرنے لگی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس انصاری کے گھر داخل ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو حکم دیں کہ وہ اپنے بچوں کو لے آئے۔ جب باپ بچوں کی تلاش کرنے لگا تو ان کی ماں کہنے لگی وہ موجود نہیں ہیں اور کہیں گئے ہوئے ہیں، وہ واپس آیا اور کہنے لگا: موجود نہیں ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: انہیں حاضر کیا جائے۔ دوبارہ ان کا باپ باہر گیا اور اصرار کیا تو ان کی ماں نے اس حقیقتِ حال سے مطلع کیا۔ وہ ان دونوں مرئے

---

[1]۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)؛ ج۱؛ ص۱۲۰

ہوئے بچوں کو حضرت ﷺ کی خدمت میں اٹھا لایا۔ حضرت ﷺ نے دعا کی اور خداوند عالم نے دونوں کو زندہ کیا اور انہوں نے کافی زندگی پائی۔[1]

پانچواں امر: امّ معبد کے گوسفند میں برکت

آپ ﷺ کے متواتر معجزات میں سے ہے کہ جس کو خاصہ و عامہ نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اثناءِ راہ میں آپ ﷺ ام معبد کے خیمہ میں پہنچے۔ جب اس کے قریب پہنچے تو اس سے کھجوروں اور گوشت کا مطالبہ کیا تاکہ اس سے خرید لیں۔ وہ کہنے لگی میرے پاس نہیں ہیں اور آپ ﷺ کا زادِ راہ ختم ہو چکا تھا۔ ام معبد کہنے لگی اگر میرے پاس کوئی چیز ہوتی تو آپ ﷺ کی مہمانی میں کوتاہی نہ کرتی۔ حضرت ﷺ نے دیکھا کہ اس کے خیمہ کے پاس ایک بکری بندھی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ام معبد! یہ بکری کیسی ہے؟ کہنے لگی: زیادہ ضعف اور کمزوری کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ساتھ چرنے نہیں جاسکی اس لیے خیمہ میں رہ گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس میں دودھ ہے؟ کہنے لگی اس سے عاجز ہے کہ اس سے دودھ کی توقع کی جائے۔ ایک مدت گزر گئی ہے کہ یہ دودھ نہیں دیتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اجازت دیتی ہے کہ اس کو دھو لوں۔ وہ کہنے لگی: ہاں میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان جائیں اگر اس کے تھنوں میں دودھ مل جائے تو آپ ﷺ لے لیں۔ آپ ﷺ نے وہ بکری منگوائی اور اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور خدا کا نام لیا اور عرض کیا: خدایا اس گوسفند میں برکت دے۔ پس دودھ اس کے تھنوں سے گرنے لگا۔ سب نے سیر ہو کر پیا اور سب سے آخر میں آپ ﷺ نے خود نوش فرمایا اور فرمایا: ساقیِ قوم کو آخر میں پینا

---

[1]۔ الخرائج والجرائح، ج ۲، ص: ۹۲۶

چاہیے۔ جب ابو معبد جو اس عورت کا شوہر تھا صحرا سے آیا اور پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے لائی ہو ام معبد نے واقعہ نقل کیا تو ابو معبد کہنے لگا ہو نہ ہو یہ وہی شخص ہے جس نے مکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔[1]

پانچویں نوع: وہ معجزات ہیں جو دشمنوں کے شر سے کفایت کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر ہوئے

مثلاً استہزا کرنے والوں کا ہلاک ہونا۔ شیر کا عتبہ بن ابو لہب کو پھاڑ کھانا۔ ابو جہل، ابو لہب، ام جمیل، عامر بن طفیل، ازید بن قیس، معمر بن یزید، نضر بن حارث اور زہیر شاعر وغیرہ کے شر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محفوظ رہنا۔ اور یہاں ہم ان میں سے چند امور پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلا امر: ابو جہل کی سازش سے محفوظ رہنا

علی بن ابراہیم اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے، ابو جہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہلاک کر دے گا۔ جب اس کی نگاہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی تو اس نے ایک سنگین پتھر اٹھالیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے پتھر کو اوپر کیا تو اس کا ہاتھ گردن میں طوق بن گیا اور پتھر اس کے ہاتھ سے چمٹ گیا اور جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو پتھر اس کے ہاتھ سے گر گیا اور دوسری روایت ہے کہ اس نے اس صورتحال میں گرفتار ہونے کی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی تو پتھر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ پس ایک شخص اور اٹھا اور کہنے لگا میں جا کر انہیں ہلاک کرتا ہوں۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو ڈر گیا اور پلٹ آیا اور کہنے لگا میرے اور

---

[1] ۔إعلام الوری بأعلام الهدی (ط-القدیمة)، النص، ص: ۲۳

آنحضرت ﷺ کے درمیان ایک اژدھا جو اونٹ کی طرح تھا حائل ہو گیا اور وہ اپنی دُم زمین پر مارتا تھا لہٰذا میں ڈر کے واپس آ گیا ہوں۔[1]

دوسرا امر: کافروں کا بدر کے کنویں میں قتل ہو کر پڑے رہنا

راوندی اور دوسرے علماء نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ، خانہ کعبہ کے سامنے سجدہ کر رہے تھے اور اسی روز ابو جہل کی اونٹنی ذبح ہوئی تھی۔ اس ملعون نے اونٹنی کی بچہ دانی منگوائی اور آپ ﷺ کی پشت پر ڈال دی اور جناب فاطمہ علیہا السلام آئیں اور اسے آپ ﷺ کی پشت سے ہٹایا اور جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو عرض کیا کہ خداوندا! تو کفار قریش سے بدلہ لے اور آپ ﷺ نے ابو جہل، عتبہ، شیبہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور ایک گروہ کا نام لیا۔ میں نے ان تمام کو بدر کے کنوئیں میں قتل ہو کر پڑے ہوئے دیکھا۔[2]

تیسرا امر: ابولہب کی بیوی کو نظر نہ آنا

نیز راوندی نے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے بعض راتوں میں سورہ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ کی نماز میں تلاوت کی۔ لوگوں نے ام جمیل سے کہا جو ابوسفیان کی بہن اور ابولہب کی بیوی تھی کہ کل رات محمد ﷺ نے نماز میں تجھ پر اور تیرے شوہر پر لعنت کی ہے اور تمہاری مذمت کی ہے۔ وہ ملعونہ غضب ناک ہو گئی اور آپ ﷺ کی تلاش میں باہر نکلی اور کہتی ہے: کون ہے جو محمد ﷺ کی نشاندہی مجھے کرائے؟ جب مسجد کے دروازے سے داخل ہوئی تو ابوبکر آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہنے

---

[1]۔ تفسیر القمی، ج ۲، ص: ۲۱۲

[2]۔ الخرائج والجرائح، ج ۱، ص: ۵۱

لگا: یارسول اللہ ﷺ! اپنے آپ ﷺ کو چھپا لیجئے، ام جمیل آرہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ ﷺ سے بدکلامی کرے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا: وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔ جب قریب آئی ۔ تو حضرت ﷺ کو اس نے نہ دیکھا اور ابوبکر سے پوچھا کہ تو نے محمد ﷺ کو دیکھا ہے۔ وہ کہنے لگا: نہیں اور وہ اپنے گھر واپس چلی گئی۔ پس حضرت محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے اس کے اور حضرت ﷺ کے درمیان زرد رنگ کا حجاب قرار دیا کہ وہ حضرت کو نہ دیکھ سکی۔[1]

چوتھا امر: ابولہب کی بدترین موت

ابن شہر آشوب اور اکثر مؤرخین نے روایت کی ہے کہ جب کفار قریش جنگ بدر سے واپس آئے تو ابولہب نے ابوسفیان سے پوچھا: تمہاری شکست کی وجہ کیا ہے؟ ابوسفیان کہنے لگا: جب ایک دوسرے کے مدّمقابل ہوئے تو ہم لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہمیں قتل اور قید کیا جس طرح انہوں نے چاہا۔ ابورافع نے ام الفضل زوجہ عباس سے کہا یہ ملائکہ تھے۔ جب ابولہب نے یہ سنا تو اٹھا اور ابورافع کو زمین پر پٹخ دیا۔ ام الفضل نے خیمہ کا ڈنڈا اٹھایا اور ابولہب کے سر پر مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اس کے بعد وہ سات دن تک زندہ رہا اور خدا نے اسے عدسہ کی بیماری میں مبتلا کیا اور عدسہ ایسی بیماری تھی کہ عرب اس کی سرایت سے ڈرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ تین دن تک یہ ملعون گھر میں پڑا رہا اور اس کے بیٹے بھی اس کے پاس نہیں جاتے تھے کہ اسے دفن کرتے۔ پھر اس کو کھینچ کر مکہ کے باہر پھینک آئے۔ یہاں تک کہ اس کی لاش چھپ گئی۔[2]

---

[1]۔ الخرائج والجرائح؛ ج۲؛ ص۷۷۵

[2]۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)، ج۱، ص: ۷۵

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ اب وہ جگہ عمرہ کے راستے میں واقع ہے۔ جو کوئی وہاں سے گزرتا ہے چند پتھر وہاں پھینکتا ہے اور ایک بڑا ٹیلہ بن گیا ہے۔ پس غور کرو! خدا اور رسول ﷺ کی مخالفت کس طرح صاحبان نسب شریف کو اپنے شرف سے بے بہرہ کردیتی ہے اور اطاعت خدا اور رسول ﷺ بے حسب و نسب اشخاص کو کس طرح درجات رفیعہ پر پہنچا دیتی ہے اور اہل بیت علیہ السلام کی عزت و شرف سے ملحق کردیتی ہے۔[1]

چھٹی نوع: وہ معجزات کہ جن سے آپ ﷺ شیاطین اور جنّات پر غالب آئے

یہاں ہم اس سلسلے کے چند امور پر اکتفا کرتے ہیں۔

پہلا امر: جنّوں کی ایک جماعت کا ایمان لانا

علی بن ابراہیم نے روایت کی کہ حضرت رسول اکرم ﷺ زید بن حارثہ کے ساتھ بازار عکاظ کی طرف مکہ سے نکلے تاکہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں تو کسی شخص نے آپ ﷺ کی دعوت قبول نہ کی۔ جب مکہ کے طرف واپسی پر وادی مجنّہ میں آپ ﷺ نماز تہجد کے لیے کھڑے ہوئے اور نماز تہجد میں قرآن کی تلاوت کررہے تھے تو جنّات کا ایک گروہ وہاں سے گزرا۔ آپ ﷺ کی تلاوت سنے کے بعد وہ اپنی قوم کی طرف آئے اور کہا: اے ہماری قوم کے لوگو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کرو اور ایمان لے آؤ تاکہ وہ تمہارے گناہ معاف کردے اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے۔ پس وہ حضرت ﷺ کی خدمت میں پلٹ کے آئے اور آنجناب ﷺ نے انہیں شرائع اسلام کی تعلیم دی اور

---

[1]۔ بحار الانوار (ط-بیروت)؛ ج۱۸؛ ص ۶۳

Munna Bhai
HAIR SALON
Expert Hands Waiting For you
SPECIALIST FOR HAIR CUTTING, KHAT, FACIAL, BORN BABY CUTTING, GROOM SERVICES
Rajab Ali: +92 333 2458 560
Munna Bhai: +92 321 3854 028
Raza: +92 331 2166 936
Manek Jee Street, Adjacent to Sajjad Bakery, Shell Petrol Pump Gali, Soldier Bazar no. 2, Karachi.

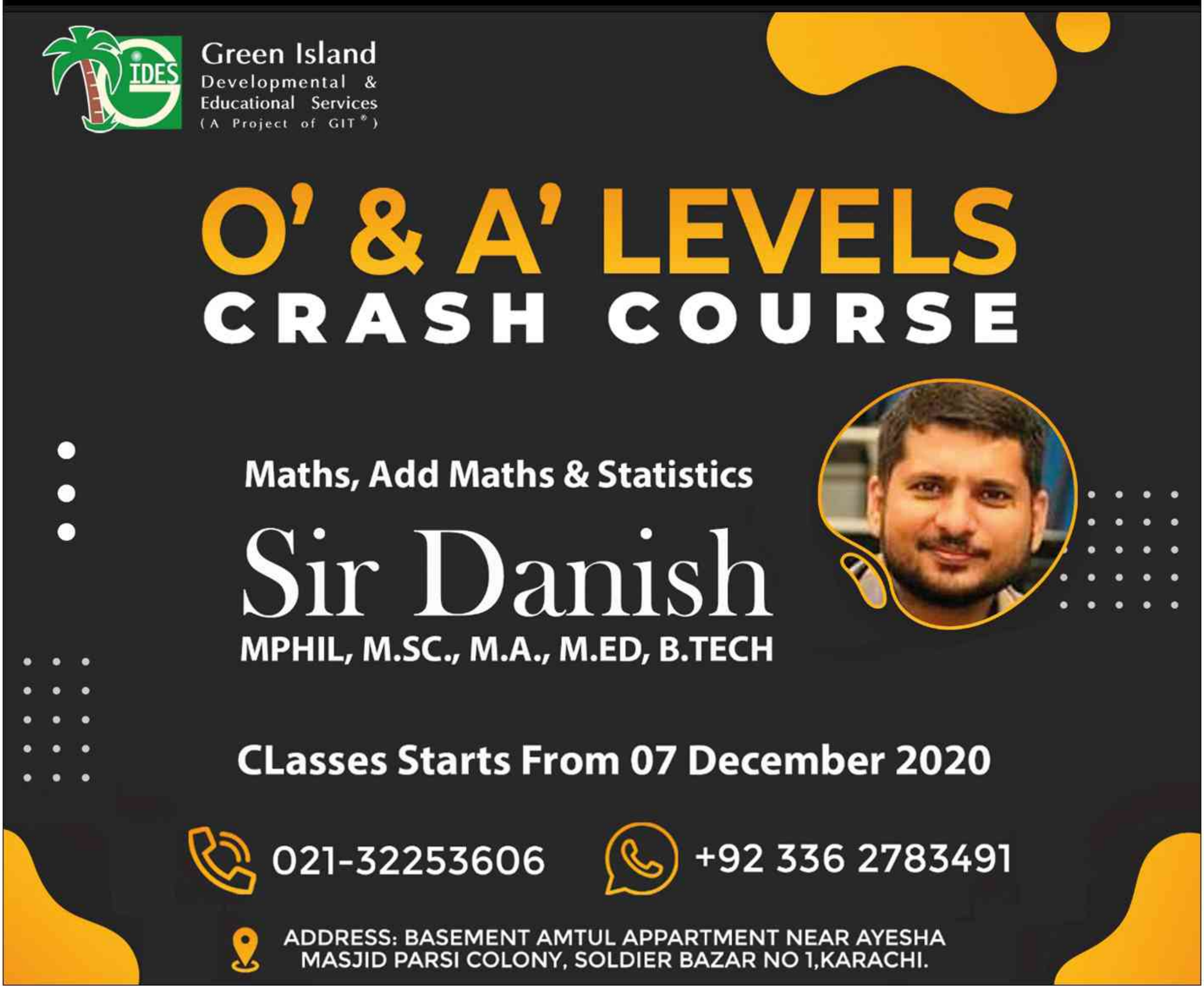

IDES
Green Island Developmental & Educational Services (A Project of GIT®)
O' & A' LEVELS
CRASH COURSE
Maths, Add Maths & Statistics
Sir Danish
MPHIL, M.SC., M.A., M.ED, B.TECH
CLasses Starts From 07 December 2020
021-32253606
+92 336 2783491
ADDRESS: BASEMENT AMTUL APPARTMENT NEAR AYESHA MASJID PARSI COLONY, SOLDIER BAZAR NO 1,KARACHI.

Green Island Women Wing Vocational and Educational Courses

Educational

- English Language
- Coaching for all Boards
- Multiple Computer Courses
- Library Corner for Coaching Students

Vocational

- Stitching
- Mehndi
- Yoga/Aerobics
- Cooking & Baking
- Grooming Classes
- Manqabat Training
- Summer & Winter Camp

In Pandemic situation GIWW conducting Online classes

Office Timings:
Morning: 09:00am - 12:00noon
Evening: 04:00pm - 07:00pm

021-32244076 | 0331-8955701
GIWW, Plot# 143, Ground Floor, Raheen Avenue,
Opp. Pak Night Clinic, Soldier Bazar# 2, Karachi.

Visit us on: /Green Island Women Wing

خدا تعالیٰ نے سورہ جن نازل فرمائی اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں والی اور حاکم مقرر کیے اور وہ ہر وقت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ انہیں مسائل دین کی تعلیم دیں اور ان میں مومن و کافر، ناصبی و یہودی، نصرانی اور مجوسی ہیں اور وہ جانّ کی اولاد ہیں۔[1]

دوسرا امر: مولا علی علیہ السلام کی جنّوں سے جنگ

شیخ مفیدؒ، طبرسیؒ اور باقی محدثینؒ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جنگِ بنی مصطلق کے لیے جارہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ناہموار وادی کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ رات کے آخری حصہ میں جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اطلاع دی کہ کفارِ جن کا ایک گروہ اس وادی میں رہتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو تکلیف پہنچائیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا کہ اس وادی میں جاؤ اور جب جنّات میں سے خدا کے دشمن تم سے تعرض کریں تو انہیں اس قوّت وطاقت سے دفع کرو جو خدا نے تمہیں عطا کی ہے اور اپنا حصار کرلو خدا کے ان بزرگ ناموں کے ساتھ کہ جن سے اس نے تمہیں مخصوص کیا ہے اور صحابہ میں سے سو آدمی آپ علیہ السلام کے ہمراہ روانہ کیے اور فرمایا علی علیہ السلام کے ساتھ رہو جو تمہیں حکم دیں اس کی اطاعت کرو۔ پس حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام اس وادی کی طرف متوجہ ہوئے اور جب وادی کے قریب پہنچے تو صحابہ سے کہا تم یہیں ٹھہرو اور جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں یہاں سے حرکت نہ کرنا اور خود آگے بڑھے اور دشمنان خدا کے شر سے خدا کی پناہ مانگی اور خدا کے بہترین ناموں کا وِرد کیا اور صحابہ کو اشارہ کیا کہ نزدیک آجاؤ۔ جب وہ آئے تو انہیں وہیں

---

[1] تفسیر القمی، ج۲، ص: ۲۹۹

کھڑا کر دیا اور خود وادی میں داخل ہوئے۔ پس سخت آندھی آئی۔ قریب تھا کہ لشکر منہ کے بل گر پڑے اور خوف کے مارے ان کے قدم لرزنے لگے۔ پس حضرت علیہ السلام نے بلند آواز سے فرمایا: میں ہوں علی بن ابی طالب علیہ السلام وصی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچازاد بھائی، اگر چاہو اور تم میں طاقت ہے تو میرے سامنے آؤ۔ پس زنگیوں کی صورتیں ظاہر ہوئی اور ان کے ہاتھوں میں آگ کے شعلے تھے اور وادی کے اطراف پُر ہوگئے اور حضرت علیہ السلام آگے بڑھ رہے تھے اور قرآن کی تلاوت کرتے اور تلوار کو دائیں بائیں حرکت دیتے تھے جب آپ علیہ السلام ان کے قریب گئے تو وہ سیاہ دھواں بن کر بلند ہوئے اور غائب ہوگئے۔ پس حضرت علیہ السلام نے اللہ اکبر کہا اور وادی سے باہر آگئے اور لشکر کے پاس کھڑے ہوگئے۔ جب ان کے آثار ختم ہوئے تو صحابہ نے کہا: اے امیر المؤمنین علیہ السلام! آپ علیہ السلام نے کیا دیکھا؟ ہم تو قریب تھا کہ ڈر کے مارے مر جائیں اور آپ علیہ السلام کے متعلق بھی ہمیں خوف تھا۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا: جب وہ ظاہر ہوئے تو میں نے نامِ خدا سے آواز بلند کی تو وہ کمزور ہوگئے اور میں نے ان کا رخ کیا اور ان کی پرواہ نہیں کی اور اگر وہ اپنی ہیئت پر باقی رہتے تو سب کو ہلاک کر دیتا۔ پس خدا نے ان کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت کی ہے اور ان میں سے جو بچ گئے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئے ہیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور امان حاصل کریں اور جب امیر المؤمنین علیہ السلام، اصحاب کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور واقعہ بیان کیا تو حضرت علیہ السلام خوش ہوئے اور جناب امیر علیہ السلام کے لیے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا: تم سے پہلے وہ آئے تھے جنہیں خدا نے تم سے ڈرایا تھا اور وہ مسلمان ہوگئے ہیں اور میں نے ان کا اسلام قبول کیا ہے۔[1]

---

[1]۔ الإرشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، ج۱، ص: ۳۴۱

ساتویں نوع: حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ معجزات جو اخبار غیب سے متعلق تھے

فقیر کہتا ہے کہ ہمارے لیے اس مقام پر وہ چیزیں کافی ہیں جو ہم حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی غیب کی خبریں نقل کریں گے کیونکہ جو خبریں حضرت علیہ السلام نے بتائی ہیں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماخوذ ہیں اور مشکوٰۃِ نبوت سے اقتباس کی گئی ہیں۔ شیخ بہائی نے کہا ہے شاذونادر کے علاوہ تمام ہماری احادیث جو بارہ اماموں کی طرف منتھی ہیں۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی ہیں کیونکہ ان کے علوم اسی مشکوٰۃ سے حاصل ہوئے ہیں لیکن ہم بطور تبرک وتیمّن چند اخبار کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

پہلی خبر غیب

حمیری نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر کے دن جو اشرفیاں عباس کے پاس تھیں وہ ان سے لیں اور ان سے فدیہ کا مطالبہ کیا۔ عباس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس ان کے علاوہ کچھ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ کیا ہے جو ام الفضل اپنی بیوی کے پاس تم مخفی رکھ کر آئے ہو؟ تو عباس نے کہا: میں خدا کی وحدانیت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں کیونکہ خدا کے علاوہ اس وقت کوئی نہیں تھا جب میں اسے دے رہا تھا۔ پس خداوند عالم نے یہ حکم نازل فرمایا: يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّمَن فِيٓ أَيۡدِيكُم مِّنَ ٱلۡأَسۡرَىٰٓ إِن يَعۡلَمِ ٱللَّهُ فِي قُلُوبِكُمۡ خَيۡرٗا يُؤۡتِكُمۡ خَيۡرٗا مِّمَّآ أُخِذَ مِنكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ۔[1]

---

[1] ۔ سورہ انفال، آیت ۷۰، اور قرب الاسناد (ط-الحدیثہ)، متن، ص: ۱۹

ان سے کہو جو تمہارے ہاتھوں قید ہیں کہ اگر خدا نے تمہارے دلوں میں نیکی دیکھی تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے، اس سے بہتر تمہیں دے گا۔ بالآخر عباس اتنے مالدار ہو گئے تھے کہ ان کے ۲۰ غلام تجارت کیا کرتے تھے کہ جن میں سے ہر ایک کے پاس کم از کم بیس ہزار درہم تھے۔

دوسری خبر غیب

ابن بابویہ اور راوندی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابو سفیان ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر چاہو تو میں بتاؤں کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ وہ کہنے لگا بتائیے۔ فرمایا تو یہ پوچھنے آیا ہے کہ میں دنیا میں کتنے سال زندگی بسر کروں گا؟ کہنے لگا: ہاں اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ فرمایا: تریسٹھ سال میری عمر ہے۔ ابو سفیان کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زبان سے تُو گواہی دیتا ہے لیکن دل سے تصدیق نہیں کرتا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ایسا ہی تھا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کیونکہ ابو سفیان منافق تھا۔ اس کے نفاق کی ایک دلیل یہ ہے کہ آخر عمر میں جب وہ نابینا ہو گیا تھا، میں ایک دن مجلس میں بیٹھا تھا اور اس میں حضرت علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام بھی موجود تھے کہ موذن نے اذان کہی۔ جب اس نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ تو ابو سفیان نے کہا: اس مجلس میں کوئی ایسا شخص ہے جس سے احتیاط برتی جائے۔ ایک شخص نے کہا: نہیں۔ تو ابو سفیان کہنے لگا: دیکھو اس ہاشمی نے اپنا نام کہاں قرار دیا ہے؟ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو سفیان خدا تیری آنکھوں کو رلائے۔ خدا نے ایسا کہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ایسا نہیں کیا کیونکہ خدا فرماتا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ [1] (اور ہم نے بلند کیا تیرے ذکر کو تیرے لیے)۔ ابو سفیان کہنے لگا: خدا اس شخص کو رلائے کہ جس نے کہا تھا کہ یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں کہ جس سے احتیاط برتی جائے اور اس نے مجھے دھوکا دیا۔ [2]

تیسری خبر غیب

راوندی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دو دن گزر گئے ہیں، میں نے کھانا نہیں کھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بازار میں جاؤ۔ جب دوسرا دن ہوا کہنے لگا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بازار میں گیا، لیکن مجھے کوئی چیز نہیں ملی اور رات میں کھانا کھائے بغیر سویا ہوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بازار میں جاؤ۔ جب وہ بازار میں آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک قافلہ کچھ سامان لے کر آیا ہوا ہے۔ اس نے سامان خرید لیا اور ایک اشرفی نفع پر بیچ دیا اور وہ اشرفی لے کر اپنے گھر پلٹ آیا۔ دوسرے دن پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: بازار سے کچھ نہیں ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فلاں قافلہ سے تو نے مال خریدا ہے اور ایک دینار نفع پر بیچا ہے۔ کہنے لگا کہ ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر جھوٹ کیوں بولا ہے؟ کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں اور میں نے اس لیے انکار کیا تھا تاکہ علم ہو جائے کہ جو کچھ لوگ کرتے ہیں اس کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہو جاتا ہے کہ نہیں اور میرا یقین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر زیادہ ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص لوگوں سے بے نیازی اختیار کرے اور کسی سے سوال نہ کرے، خدا اسے غنی کرتا ہے اور جو اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھول دے تو خداوند عالم ستر دروازے فقر و فاقہ کے اس پر کھول دیتا ہے کہ

---

[1]۔ سورہ الانشراح، آیت ۴

[2]۔ قصص الأنبیاء علیہم السلام (للراوندی)، ص: ۲۹۴

جنھیں کوئی چیز بند نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد اس شخص نے کبھی کسی سے سوال نہیں کیا اور اس کی حالت اچھی ہو گئی۔[1]

چوتھی خبر غیب

روایت ہے کہ جب جعفر بن ابی طالب علیہ السلام حبشہ سے واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۸ ہجری میں انہیں جنگ موتہ پر بھیجا اور موتہ شام کے علاوہ میں بلقا کی بستیوں میں سے ایک ہے۔ حضرت جعفر علیہ السلام کو زیدؓ بن حارثہ اور عبد اللہ بن رواحہؓ کے ساتھ بالترتیب امیر لشکر قرار دیا۔ جب موتہ میں پہنچے تو قیصر نے ایک عظیم لشکر ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ جعفر علیہ السلام شیر کی طرح تلوار کھینچ کر صف لشکر سے باہر نکلے اور لوگوں کو پکارا کہ گھوڑوں سے اتر آؤ چونکہ کفار کا لشکر زیادہ تھا۔ آپ علیہ السلام نے چاہا کہ مسلمان پیدل ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ بھاگ نہیں سکتے تاکہ مجبوراً خوب جنگ کریں۔ لشکر اس حکم میں پس و پیش کر رہا تھا کہ جعفر علیہ السلام نے اپنے گھوڑے کو پے کر دیا اور علم لے کر ہر طرف سے حملے کرنے لگے۔ جنگ سخت شروع ہو گئی اور کفار نے حملہ کر دیا اور جعفر علیہ السلام کے مد مقابل پڑاؤ ڈال دیا اور تلوار، نیزہ چلانے لگے اور سب سے پہلے انہوں نے جعفر علیہ السلام کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ آپ علیہ السلام نے علم بائیں ہاتھ میں لیا۔ پھر آپ علیہ السلام کا بایاں بازو قلم کر دیا۔ اس حالت میں انہوں نے علم کو دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں سے بلند کیا ہوا تھا۔ جب ایک کافر نے یہ دیکھا تو غصہ میں آگے بڑھا اور اس نے آپ علیہ السلام کی کمر پر تلوار لگائی۔ آپ علیہ السلام شہید ہو گئے۔ اور علم سرنگوں ہو گیا۔ جابرؓ سے روایت ہے کہ جس دن جعفر علیہ السلام موتہ میں شہید ہوئے، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں صبح کی نماز کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

---

[1]۔ الخرائج والجرائح، ج۱، ص: ۸۹

اس وقت تمہارے مسلمان بھائی مشرکین کے ساتھ مشغول کارزار ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک کے حملہ اور جنگ کو نقل کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زیدؓ بن حارثہ شہید ہو گیا اور عَلم گر پڑا ہے۔ پھر فرمایا: عَلم کو جعفر علیہ السلام نے اٹھالیا ہے اور آگے بڑھ کر جنگ شروع کر دی ہے۔ پھر فرمایا: اس کا ایک ہاتھ قلم ہو گیا ہے اور عَلم دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا ہے۔ پھر فرمایا: دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا اور عَلم کو سینہ سے لگایا ہوا ہے۔ پھر فرمایا: جعفر علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں اور عَلم گر گیا ہے۔ پھر فرمایا: عَلم عبد اللہ بن رواحہ نے اٹھالیا اور مسلمانوں میں سے فلاں فلاں قتل ہو گئے ہیں اور کفار سے فلاں فلاں مارا گیا ہے۔ پھر کہا کہ عبد اللہؓ شہید ہو گیا ہے اور عَلم خالد بن ولید نے اٹھایا ہے اور وہ بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمان بھی بھاگ گئے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے اور جعفر علیہ السلام کے گھر میں تشریف لے گئے اور عبد اللہؓ بن جعفر علیہ السلام کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ عبد اللہؓ بن جعفر کی والدہ اسماءؓ بنت عمیس نے عرض کیا کہ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں کہ گویا وہ یتیم ہے۔ فرمایا آج جعفر علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شہید ہونے سے پہلے اس کے دونوں بازو قلم ہو گئے ہیں اور ان کے بدلے خدا نے اس اسے زمرّد سبز کے دو پَر عنایت کیے ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ جنت میں ملائکہ کے ساتھ جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں۔[1]

حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا: جاؤ اپنے چچازاد بھائی پر گریہ کرو اور واثقلاہ نہ کہو باقی جو کچھ اس کے حق میں کہو درست ہے۔ دوسری روایت ہے کہ علی مثل جعفر علیہ السلام فلتبك الباكية جعفر علیہ السلام جیسے افراد پر رونے والوں کو رونا چاہیے اور ایک روایت ہے کہ

---

[1] الخرائج والجرائح، ج۱، ص: ۱۶۶

آپ ﷺ نے جناب فاطمہ علیہاالسلام سے فرمایا کہ اسماءؓ بنت عمیس کے لیے تین دن تک کھانا تیار کرو اور اس کے گھر جا کر اسے تسلی و تشفی دو۔[1]

فقیر کہتا ہے اگر چہ یہاں رشتہ کلام سے خارج ہو گئے ہیں لیکن جو کچھ ذکر ہوا ہے وہ مناسب تھا۔ بہر حال حضرت ﷺ نے اس خط کی خبر دی جو حاطب بن ابی بلتعہ نے فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ کو لکھا تھا اور ابوذرؓ کو آپ ﷺ نے ان اذیتوں اور مصیبتوں کی خبر دی جو اس پر وارد ہونے والی تھیں اور یہ کہ وہ تنہا ہو گا اور تنہا مرے گا اور اہلِ عراق کا ایک گروہ اس کے غسل و کفن و دفن پر موفق ہو گا اور آپ ﷺ نے خبر دی تھی کہ میری ایک بیوی ایک ایسے اونٹ پر سوار ہو کر جائے گی کہ جس کے منہ پر زیادہ پشم ہو گی اور وہ میرے وصی کے ساتھ جنگ کرے گی۔ جب مقام حواب پر پہنچے گی تو وہاں کے کتے اس پر بھونکیں گے اور خبر دی تھی کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اور اس کا دنیا سے آخری زادِ راہ دودھ کا پیالہ ہو گا اور آپ ﷺ نے خبر دی کہ فاطمہ زہرا علیہاالسلام آپ ﷺ کے اہل بیت علیہم السلام میں سے سب سے پہلے آپ ﷺ سے ملحق ہوں گی اور کئی مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا کہ تمہاری ریش مبارک تمہارے سر کے خون سے خضاب ہو گی اور امیر المومنین علیہ السلام ہمیشہ اس خضاب کے منتظر رہتے تھے اور کئی مجالس میں آپ ﷺ نے امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی شہادت اور ان کے مقام شہادت اور اس میں شہید ہونے والوں کے متعلق خبر دی اور ام سلمہ کو خاک کربلا دی تھی اور فرمایا کہ حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت یہ خاک خون ہو جائے گی اور امام رضا علیہ السلام کی شہادت اور انکے خراسان میں دفن ہونے کی خبر دی تھی اور ان کے علاوہ بہت سی چیزیں بتائیں۔

---

[1] ۔ شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید، ج ۱۵، ص: ۷۱

علامہ مجلسیؒ نے آپ ﷺ کے معجزات کا ذکر کرنے کے بعد حیٰوۃ القلوب میں فرمایا ہے: آپ ﷺ کے تمام اقوال و اطوار و افعال ہی معجزہ تھے۔ خصوصاً معجزہ کی یہ قسم جو امور غیب کی خبر دینا ہے۔ منافقین کہا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے متعلق گفتگو نہ کرو کیونکہ درو دیوار اور سنگریزے سب کے سب آپ ﷺ کو ہماری باتوں کی اطلاع کر دیتے ہیں اور اگر کوئی عقلمند فکر کرے اور اپنی عقل کو حاکم بنائے تو ہر حدیث آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے اہل بیت علیہ السلام کی اور ہر کلمہ اور ہر حکم احکام شریعت کا آنحضرت ﷺ کا معجزہ ہے۔ آیا عقلمند تصور کر سکتا ہے کہ ایک شخص بغیر وحی و الہام خداوندی کے ایک شریعت جاری کرے کہ ہر ہر واقعہ میں خرید و فروخت و تجارات، مضاربات و معاملات، تنازعات و مواریث، باپ بیٹا بیوی شوہر آقا و غلام، عزیز و رشتہ دار و اہل خانہ و اہل شہر، امراء و رعایا و غیرہ سے متعلق معاشرتی تعلقات کے لئے ایسے قوانین مقرر فرمائے ہیں کہ جن سے بہتر کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ رسالت کی تھوڑی سی مدت میں اس قدر حکمتوں کا بیان جو طالبانِ دنیا کے فاسد کرنے کے باوجود بھی لوگوں تک پہنچے ہیں کہ اگر عظیم علماء اور حکماء قیامت تک ان کی فکر کرتے رہیں تو لاکھ میں سے کسی ایک راز تک نہیں پہنچ سکتے۔[1]

حضرت محمدؐ ﷺ کی زندگی کے تاریخی واقعات

حضرت عبد المطلب علیہ السلام رسول ﷺ کے کفیل

موٴرخین نے کہا ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ولادت باسعادت حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے کے چھ ہزار ایک سو تریسٹھ سال بعد ہوئی۔ سن ٦١٦٩ میں جناب آمنہ علیہا السلام کی وفات ہوئی جبکہ

---

[1] حیاۃ القلوب، ج ٣، ص ٦٦٦

حضرت محمد ﷺ کی عمر چھ سال کو پہنچی تو جناب آمنہ علیہا السلام حضرت عبد المطلب علیہ السلام کے پاس آئیں اور حضرت عبد المطلب علیہ السلام سے اجازت لے کر نبی اکرم ﷺ کو امّ ایمن (جو حضور ﷺ کی مربّیہ تھیں) کے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں اور دار النابغہ میں کہ جہاں جناب عبد اللہ علیہ السلام والدِ نبی اکرم ﷺ دفن تھے، ایک مہینہ قیام کیا اور اپنے عزیزوں سے ملاقات کی۔ جب وہاں سے مکہ کی طرف کوچ کیا تو دورانِ سفر مقام ابواء میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے اس مخدّرہ کی طبیعت ناساز ہوگئی اور وہیں وفات پائی اور انہیں وہیں دفن کر دیا گیا اور موجودہ زمانہ میں جناب آمنہ علیہا السلام کی قبر جو مکہ میں بتائی جاتی ہے، کہتے ہیں کہ انہیں ابواء سے مکہ منتقل کیا گیا تھا۔ جب جناب آمنہ علیہا السلام کی وفات ہوگئی تو امّ ایمن آپ ﷺ کو مکّہ لے آئیں۔ حضرت عبد المطلب علیہ السلام نے آپ ﷺ کو گلے لگایا اور رونے لگے اور اس کے بعد خود ان کے کفیل بنے اور کبھی حضور ﷺ کے بغیر دستر خوان نہ بچھاتے اور نہ کچھ کھاتے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عبد المطلب علیہ السلام کے لیے ہر روز خانہ کعبہ کے سایہ میں فرش بچھایا جاتا تھا اور ان کے قبیلہ میں سے کوئی شخص اس پر قدم نہ رکھ سکتا تھا۔ لیکن رسول اکرم ﷺ جب آتے تو وہ مسند پر آ بیٹھتے اور حضرت عبد المطلب علیہ السلام انہیں اپنی گود میں لے کر ان کا بوسہ لیتے اور کہتے:

مَا رَأَيْتُ قُبْلَةً أَطْيَبَ مِنْهُ وَلَا أَطْهَرَ قَطُّ وَلَا جَسَداً أَلْيَنَ مِنْهُ وَلَا أَطْيَبَ مِنْه۔[1]

میں نے اس سے زیادہ پاکیزہ بوسہ اور زیادہ نرم جسم نہیں دیکھا۔

جب آپ ﷺ عمر آٹھ سال کے ہوئے تو حضرت عبد المطلب علیہ السلام نے وفات پائی۔ موت کے وقت حضرت ابو طالب علیہ السلام کو بلایا اور ان سے نبی اکرم ﷺ کے متعلق بہت سی وصیّتیں کیں اور فرمایا کہ

---

[1]۔ کمال الدین و تمام النعمۃ؛ ج ۱؛ ص ۱۷۱

اس کی حفاظت کرنا اور زبان، مال اور ہاتھ سے اس کی مدد کرنا۔ قریب ہے کہ وہ سردار قوم ہو گا۔ پس عبد المطلب علیہ السلام نے ابو طالب علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور ان سے عہد لیا۔ پھر فرمایا کہ اب موت میرے لیے آسان ہو گئی۔ پھر جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سینے سے لگایا اور رونے لگے اور اپنی بیٹیوں سے کہا کہ مجھ پر گریہ کرو اور مرثیہ پڑھو تاکہ مرنے سے پہلے میں سن لوں اور اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور عبد المطلب علیہ السلام کی مدح میں کافی روایات ہیں۔ منقول ہے وہ پہلے شخص تھے جو بدا کے قائل تھے اور قیامت کے دن بہترین بادشاہوں میں انبیاء کی ہیئت میں مبعوث ہوں گے[1]۔ عبد المطلب علیہ السلام جوا نہیں کھیلتے تھے۔ بتوں کی عبادت نہیں کی۔ لوگ جو جانور، بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے، اس کا گوشت آپ نے کبھی نہیں کھایا اور کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر باقی ہوں۔[2]

حضرت عبد المطلب علیہ السلام کی پانچ سنّتیں

نیز روایت ہے کہ عبد المطلب علیہ السلام نے زمانۂ جاہلیت میں پانچ سنّتیں مقرر کیں جو اللہ نے اسلام میں جاری کیں۔ پہلی یہ کہ انہوں نے باپ کی بیویاں بیٹوں پر حرام کیں اور خدا نے قرآن میں آیت نازل کی:

وَلَا تَنكِحُوا۟ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ۔[3] جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں ان سے نکاح نہ کرو۔

دوسری یہ کہ انہیں خزانہ ملا تو اس کا پانچواں حصہ راہ خدا میں دیا۔ خدا نے حکم دیا:

---

[1]۔ الکافی (ط-الاسلامیۃ)؛ ج۱؛ ص ۴۴۷

[2]۔ الخصال، ج۱، ص: ۳۱۳

[3]۔ سورہ نساء، آیت ۲۲

وَاعْلَمُوٓا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ۔[1] جان لو کہ جو تمہیں نفع ملے اس میں سے اللہ کا پانچواں حصہ ہے۔

تیسرا یہ کہ جب چاہ زمزم کھودا تو اس کو حاجیوں کے پانی پلانے کے لیے قرار دیا۔ خدا کا حکم اترا:

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ۔[2] قرار دیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا۔

چوتھا یہ کہ آدمی کا خون بہا سو اونٹ مقرر کیے۔ خدا نے یہ حکم بھی نازل کیا۔

پانچویں سنت یہ ہے کہ قریش کے نزدیک طواف کے چکروں کی تعداد معین نہیں تھی، حضرت عبد المطلب علیہ السلام نے سات چکر قرار دیئے تو خدا نے بھی ایسا ہی حکم دیا۔[3]

حضرت ابو طالب علیہ السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفیل

سَن ۶۱۷۵ میں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر بارہ سال دو ماہ اور دس دن ہو گئی تھی تو ابو طالب علیہ السلام نے تجارت کے لیے شام کی طرف جانے کا قصد کیا۔ روایت ہے کہ جب ابو طالب علیہ السلام نے شام کے سفر کا ارادہ کیا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور کہا کہ چچا مجھے کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہیں۔ نہ میرا باپ ہے اور نہ ماں۔ ابو طالب علیہ السلام رونے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے گئے اور جب ہوا گرم ہو جاتی تو ایک بادل ظاہر ہوتا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر سایہ کرتا۔ اثناء راہ میں ایک راہب کے گرجے تک پہنچے، اس راہب کو بحیراء کہتے تھے۔[4]

---

[1]۔ سورہ انفال، آیت ۴۱

[2]۔ سورہ توبہ، آیت ۱۹

[3]۔ الخصال، ج۱، ص: ۳۱۲

[4]۔ بحیرا کا نام جرجیس بن ابی ربیعہ تھا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر رہبانوں کی روش اختیار کیے ہوئے تھا اور بہت باعزت آدمی تھا ایسے کہ نوشیروان اس سے خط وکتابت کرتا تھا اور اسے عزت دیتا تھا۔ (شیخ عباس قمی رح)

جب اس راہب نے دیکھا کہ بادل رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ چل رہا ہے تو اپنے گرجے سے اترا اور اس نے کھانے کا انتظام کیا اور انہیں کھانے کی دعوت دی۔ پس سب گرجے کی طرف گئے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سامان کے پاس چھوڑ گئے۔ جب بادل قافلہ کے پڑاؤ پر رکا رہا تو اس نے کہا کہ کوئی ہے جو یہاں نہ آیا ہو؟ کہنے لگے نہیں سوائے ایک بچہ کے جسے ہم سامان کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ بحیرا نے اسے بلوانے کے لیے کہا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گرجے کی طرف روانہ ہوئے تو بادل بھی ساتھ چلنے لگا تو بحیرا نے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟ لوگوں نے کہ ابو طالب علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ بحیرا نے ابو طالب علیہ السلام سے پوچھا یہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بیٹا ہے؟ فرمایا یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ اس نے کہا اس کا باپ کہاں ہے؟ فرمایا: ابھی یہ پیدا نہیں ہوا تھا کہ اس کا باپ فوت ہو گیا۔ بحیرا کہنے لگا اسے اپنے شہر کی طرف واپس لے جاؤ کیونکہ اگر یہودیوں نے اسے پہچان لیا جس طرح میں نے پہچانا ہے تو وہ اسے قتل کر دیں گے اور واضح ہو کہ اس کی شان بلند ہے اور یہ اس امت کا نبی ہے جو تلوار کے ساتھ خروج کرے گا۔[1]

(بحیرا کا نام جرجیس بن ابیر بیعہ تھا اور وہ شریعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر رہبانوں کی طرح رہتا تھا اور بہت بزرگ آدمی تھا)۔

حضرت خدیجہ علیہا السلام سے نکاح

سن ۶۱۸۸ میں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عمر پچیس سال تھی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جناب خدیجہ علیہا السلام سے نکاح کیا۔ وہ مخدرہ خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب کی بیٹی تھیں۔ منقول ہے کہ اسی ہزار

---

[1] ۔ کمال الدین و تمام النعمۃ، ج ۱، ص: ۱۸۸

اونٹوں پر ان کے مال کی تجارت ہوتی تھی اور دن بدن ان کا مال بڑھتا گیا اور ان کا نام مشہور ہوا ان کے مکان کی چھت پر حریر سبز کا قبہ بنا تھا کہ جس کی طناب ریشم سے بنی تھیں اور اس میں کئی تصویریں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ علیہا السلام کی تزویج کا واقعہ مفصل ہے۔ یہاں ان تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ ہم یہاں صرف ایک ہی روایت پر اکتفا کرتے ہیں۔ شیخ کلینی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ جناب خدیجہ بنت خویلد علیہا السلام سے نکاح کریں تو ابو طالب علیہ السلام اپنے رشتہ داروں اور قریش کے ایک گروہ کے ساتھ ورقہ بن نوفل کے پاس گئے جو کہ جناب خدیجہ علیہا السلام کا چچا تھا۔ پس پہلے جناب ابو طالب علیہ السلام نے گفتگو کی اور خطبہ ادا کیا جس کا مضمون یہ تھا:

حمد و ثنا اس خدا کے لیے سزاوار ہے جو خانہ کعبہ کا رب ہے کہ جس نے ہم کو اولاد ابراہیم علیہ السلام اور ذریت اسماعیل علیہ السلام قرار دیا ہے اور ہمیں حرم جائے امن و امان میں جگہ دی ہے اور ہمیں تمام لوگوں پر حاکم بنایا ہے اور ہمیں اپنے اس گھر کے ساتھ مخصوص کیا ہے کہ یہ لوگ اطراف دنیا سے جس کا قصد کرتے ہیں اور اس حرم کے ساتھ کہ ہر جگہ کے میوے یہاں لائے جاتے ہیں اور ہمیں برکت دی ہے اس شہر میں کہ جس میں ہم آباد ہیں۔ پس تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قریش کے جس شخص سے تقابل کرو وہ اس سے بڑھ کر ہے اور کسی شخص کا اس سے قیاس نہیں ہو گا مگر یہ اس سے عظیم تر ہے اور مخلوق میں کوئی اس کا نظیر و مثل نہیں اور اگر اس کے پاس مال کی کمی ہے تو مالِ دنیا خدا کی عطا ہے کہ جسے اس نے اپنے بندوں میں بقدرِ ضرورت جاری کیا ہے اور مال سایہ کی طرح ہے جو جلدی پلٹ جاتا ہے۔ اسے خدیجہ علیہا السلام کی طرف رغبت ہے اور خدیجہ علیہا السلام بھی اسے چاہتی ہے۔ ہم آئے ہیں کہ تجھ سے اس کی خواستگاری کریں اس کی خواہش و رضا کی بناء پر اور جو حق مہر تم چاہو ہم اپنے مال سے دیں گے جو معجّل چاہو اور جتنا موٴجل (فوری یا تاخیر کے ساتھ) اور رب کعبہ کی قسم اس کی شان بلند اور قدر و منزلت اونچی ہے۔ اس کا حصہ شامل، دین شائع اور رائے کامل ہے۔ پس ابو طالب علیہ السلام خاموش ہو گئے۔

ورقہ جو خدیجہ علیہا السلام کا چچا تھا اور ذہین اور بڑے علماء میں سے تھا۔ وہ گفتگو کرنے لگا لیکن چونکہ وہ ابو طالب علیہ السلام کا جواب دینے سے قاصر تھا۔ متواتر سانس لیتا اور اس کی گفتگو میں واضح اضطراب تھا اور وہ صحیح جواب نہیں دے سکا۔

جب یہ حالت جناب خدیجہ علیہا السلام نے دیکھی تو انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفور شوق میں شرم و حیا کا کچھ پردہ اٹھایا اور زبان فصیح کے ساتھ فرمایا:

اے میرے چچا اگرچہ تم اس موقع پر گفتگو کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہو لیکن تمہیں مجھ پر مجھ سے زیادہ اختیار نہیں۔ میں نے تزویج کی آپ سے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اپنے نفس کی اور میرا مہر میرے ہی مال میں سے ہے اور اپنے چچا سے کہیے کہ وہ ایک اونٹ ولیمہ زفاف کے لیے نحر کریں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چاہیں اپنی بیوی کے پاس تشریف لائیے۔

پس ابو طالب علیہ السلام نے فرمایا: اے لوگو! گواہ رہو کہ خدیجہ علیہا السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی تزویج کر دی ہے اور حق مہر کی خود ضامن ہوئی ہے۔

تو قریش میں سے ایک شخص کہنے لگا: کتنا تعجب ہے کہ عورتیں مردوں کے لیے حق مہر کی ضامن ہو رہی ہیں۔ جناب ابو طالب علیہ السلام کو غصہ آگیا اور وہ کھڑے ہو گئے اور جب ان کو غصہ آتا تو تمام قریش ان سے ڈرتے تھے اور ان کے رعب و دبدبہ سے خوف کھاتے تھے۔ پھر فرمایا: اگر دوسرے شوہر میرے بھتیجے کی طرح ہوں تو عورتیں خود گراں (بحری) قیمت اور زیادہ مہر دے کر انہیں حاصل کریں اور اگر تم جیسے ہوں تو ان سے زیادہ حق مہر کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ جب جناب خدیجہ علیہا السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبالہ نکاح میں آئیں تو عبد اللہ بن غنم نے جو قریش میں سے تھا یہ اشعار تہنیت کے طور پر کہے:

هَنِيئاً مَرِيئاً يَا خَدِيجَةُ قَدْ جَرَتْ ۔۔۔ لَكِ الطَّيْرُ فِيمَا كَانَ مِنْكِ بِأَسْعَدِ
تَزَوَّجْتِهِ خَيْرَ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا ۔۔۔ وَمَنْ ذَا الَّذِي فِي النَّاسِ مِثْلُ مُحَمَّدِ
وَبَشَّرَ بِهِ الْبَرَّانِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۔۔۔ وَمُوسَى بْنُ عِمْرَانَ فَيَا قُرْبَ مَوْعِدِ

أَقَرَّتْ بِهِ الْكُتَّابُ قِدْماً بِأَنَّهُ رَسُولٌ مِنَ الْبَطْحَاءِ هَادٍ وَمُهْتَدٍ۔[1]

ترجمہ: مبارک ہو تجھے اے خدیجہ علیہا السلام کہ تیرے ہمائے سعادت نشان (یعنی قسمت کے پرندے) نے عرش عزت و شرف کے کنگرے کی طرف پرواز کی ہے اور تُو اولین و آخرین میں سے بہترین شخص سے بیاہی گئی اور دنیا میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا شخص کہاں مل سکتا ہے۔ یہ وہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام نے اس کی نبوت کی خبر دی ہے اور بہت جلدی ان کی بشارت کا اثر ظاہر ہو کے رہے گا اور سالہا سال سے سب پڑھنے اور لکھنے والے کتب آسمانی کے اقرار کر چکے ہیں کہ یہی ہے رسولِ بطحا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ ہے۔

سن ۶۱۹۳ میں جب کہ تیس سال رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کو گزر گئے تھے تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔

سن ۶۱۹۸ میں جبکہ پینتیس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کے گزر چکے تھے، قریش نے کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کی اور اس کے طول و عرض میں اضافہ کیا اور اس کی دیواروں کو اتنا بلند کیا کہ وہ اپنی جگہ پر بھلا معلوم ہونے لگا۔

بعثتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سن ۶۲۰۳ کے سال میں ۲۷ ستائیس رجب جو کہ نوروز سے مطابق تھا، حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس سال کی عمر میں مبعوث بر سالت ہوئے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چالیس سال کو پہنچی تو خداوند عالم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو بہترین، زیادہ خشوع کرنے والا، زیادہ مطیع اور تمام دلوں سے زیادہ بزرگ پایا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کو مزید نور بخشا اور

---

[1] ۔ الکافی (ط ۔ الاسلامیہ)؛ ج۵؛ ص۳۷۴-۳۷۵

حکم دیا کہ آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں اور ملائکہ فوج در فوج زمین کی طرف آنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دیکھتے تھے اور خدا نے اپنی رحمت کو ساق عرش سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک سے متصل کر دیا۔ پس جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے اطراف زمین و آسمان کو گھیر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بازو ہلا کر عرض کیا کہ پڑھیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا پڑھوں؟ تو اس نے کہا:

اَقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ، خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ، اَقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ، الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ، عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ۔[1]

پس خدا کی وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچائی۔[2]

ایک اور روایت ہے کہ دوبارہ جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام ستر ستر ہزار فرشتوں کے کرسی عزت و کرامت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لائے اور تاج نبوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور لوائے حمد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دیا اور عرض کیا: اس کرسی پر تشریف رکھیں اور اپنے پروردگار کی حمد و ثنا بجالائیں۔

پس جب ملائکہ اوپر چلے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ حرا سے نیچے تشریف لائے تو انوارِ جلال نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیر رکھا تھا اور کسی میں یہ ہمت نہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکے اور جس درخت گھاس اور پتھر کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرتا اور زبانِ فصیح میں کہتا: السلام علیك یا نبی اللہ۔ السلام علیك یا رسول اللہ اور جب جناب خدیجہ علیہا السلام کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خورشید جمال کی شعاع سے گھر منور ہو گیا۔ جناب خدیجہ علیہا السلام نے عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کیسا نور ہے کہ جو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھ رہی ہوں۔ فرمایا یہ نور نبوت ہے تم کہو لا الہ الا

---

[1] ۔سورہ علق، آیات ۱ سے ۵

[2] ۔التفسیر المنسوب إلی الإمام الحسن العسکری علیہ السلام، ص: ۱۵۶

اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب خدیجہ علیہا السلام نے عرض کیا: مجھے تو کئی سال سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا علم و یقین ہے۔ پھر انہوں نے شہادت دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے خدیجہ علیہا السلام مجھے کچھ سردی محسوس ہو رہی ہے مجھ پر کوئی کپڑا ڈال دو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے تو خدا کی طرف سے ندا آئی: يَأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَأَنذِرْ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔[1]

اے کپڑا اوڑھ کر سونے والے! اٹھو اور لوگوں کو عذاب خدا سے ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بزرگی بیان کرو۔

حضرت کھڑے ہو گئے اور اپنی انگشت مبارک کو کان میں رکھ کر کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز ہر موجود تک پہنچی اور تمام موجودات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم آواز ہوئے۔[2]

تین سال تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو مخفی طور پر دعوت فرماتے رہے پھر سن ۶۲۰۷ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اعلانیہ دعوت کا اظہار کیا اور ایک جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ اپنا لیا تھا تو جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِءِينَ۔[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم پہنچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الاعلان دعوت دیجیے۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو انذار کیا اور ڈرایا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب لوگوں کو دین مبین کی دعوت دی اور اس سلسلہ میں کفارِ مکہ نے انھیں بے انتہا اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائے اس کی تفصیل معجزات کی پانچویں نوع میں بیان کی گئی ہے اور ساتھ ہی کفار قریش نے مسلمانوں کو بھی تکلیف پہنچانے اور شکنجوں میں جکڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور

---

[1]۔ سورہ مدثّر، آیت ۱-۳

[2]۔ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام (لابن شہر آشوب)، ج۱، ص: ۴۶

[3]۔ سورہ حجر آیت ۹۴-۹۵

جس شخص کو آزار پہنچانے کی طاقت نہ رکھتے تھے اسے زبانی تکلیف پہنچاتے اور جس کا کوئی قوم وقبیلہ نہ تھا اس کو عذاب وعتاب میں کھینچتے اور مکہ کی گرمی میں اسے بھوکا اور پیاسا کھڑا کرتے تھے اور اسے زرہ پہنا کر سورج کے سامنے کھڑے ہونے کا حکم دیتے تاکہ وہ نبی اکرم ﷺ سے علیحدگی اختیار کرے۔

ہجرتِ حبشہ

سن ۶۲۰۸ میں اصحاب پیغمبر ﷺ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، چونکہ مسلمان جب کفار کے شکنجہ سے تنگ آگئے اور کفار کے ظلم پر صبر نہ کرسکے تو حضرت رسول اکرم ﷺ سے اجازت لے کر حبشہ کے ملک کی طرف ہجرت کر گئے کیونکہ حبشہ کے لوگ اہلِ کتاب تھے اور نجاشی بادشاہِ حبشہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور یہ پہلی ہجرت تھی کہ جس میں بعض صحابہ حبشہ کی طرف گئے تھے اور بڑی ہجرت تو وہ تھی کہ جب رسولِ خدا ﷺ نے مدینہ کی طرف کوچ کیا اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے عثمان بن عفان اور اس کی بیوی حضرت رقیہ، ابو حُذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور اس کی بیوی سہلہ تھے۔ اور حبشہ میں ابو حذیفہ کو خدا نے محمد بن ابو حذیفہ دیا اور ان کے علاوہ زبیر بن عوام ومصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار وعبد الرحمن بن عوف وابو سلمہ اور اس کی بیوی ام سلمہ، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ اور جناب جعفر بن ابی طالب علیہما السلام اپنی بیوی اسماء بنتِ عمیس کے ساتھ عمرو بن سعید بن عاص اور اس کا بھائی خالد جن دونوں کی بیویاں بھی ساتھ تھیں اور عبد اللہ بن جحش اپنی بیوی ام حبیبہ ابو سفیان کی بیٹی کے ساتھ، اور ابو موسیٰ اشعری[1]، ابو عبیدہ جراح اور کچھ اور لوگ کہ جن میں سے مردوں کی تعداد

---

[1]۔ علامہ محقق کبیر سید جعفر مرتضیٰ عاملی نے اپنی کتاب ''الصحیح من سیرۃ النبی ﷺ، ج ۲، ص ۵۳'' میں ذکر کیا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ۔ یعنی ابو موسیٰ اشعری کی حبشہ کی طرف ہجرت۔ یا تو راوی کے وہم و غلطی سے ہے یا عمداً راوی نے درج کیا ہے، کیونکہ ابو موسی اشعری نے اس وقت تک تو اسلام ہی قبول نہیں کیا تھا اس نے تو ساتویں ہجری میں مدینہ میں اسلام قبول کیا تھا۔

اَسّی (۸۰) سے زیادہ تھی۔ یہ لوگ ماہ رجب میں مکہ سے نکلے دریا میں کشتی چلاتے ہوئے حبشہ کے علاقے میں پہنچ گئے اور نجاشی کے جوار میں امن سے خدا کی عبادت کرنے لگے اور حضرت ابو طالب علیہ السلام نے ان اشعارِ ذیل سے نُصرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلیے نجاشی کو آمادہ کیا:

تعَلَّمْ مَلِيكَ الْحَبْشِ أَنَّ مُحَمَّداً — نَبِيٌّ كَمُوسَى وَالْمَسِيحِ ابْنِ مَرْيَمَ
أَتَى بِالْهُدَى مِثْلَ الَّذِي أَتَيَا بِهِ — وَكُلٌّ بِأَمْرِ اللهِ يَهْدِي وَيَعْصِمُ
وَأَنَّكُمْ تَتْلُونَهُ فِي كِتَابِكُمْ — بِصِدْقِ حَدِيثٍ لَا حَدِيثٍ مُرَجَّمِ
فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ نِدّاً وَأَسْلِمُوا — فَإِنَّ طَرِيقَ الْحَقِّ لَيْسَ بِمُظْلَمِ [1]

جان لے اے بادشاہِ حبشہ! کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح نبی ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام و مسیح ابن مریم علیہ السلام تھے۔ وہ ہدایت لے کر آئے ہیں جیسے وہ دونوں لائے تھے ان میں سے ہر ایک حکم خدا سے ہدایت کرتا اور اس کے عذاب سے بچاتا ہے اور تم اس نبی کا واقعہ سچی بات کے طور پر اپنی کتابوں میں پڑھتے ہو۔ یہ کوئی جھوٹ نہیں اور ہمارا جو گروہ بھی تمہارے فضل و کرم کے سبب تمہارے پاس آتا ہے وہ عزت و تکریم کا حقدار ہے۔ پس اللہ کا کسی کو مدِ مقابل نہ بتاؤ کیونکہ حق کا راستہ تاریک نہیں ہے۔

سَن ۶۲۰۹ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے پانچ سال گزر چکے تھے، حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی ولادت باسعادت ہوئی۔

شعبِ ابو طالب علیہ السلام

سَن ۶۲۱۰ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعب ابی طالب میں تشریف لے گئے اور مجملاً یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جن مشرکین نے دیکھا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں حبشہ جیسی پناہ گاہ موجود ہے اور مسلمانوں میں سے جو

---

[1] ۔إعلام الوری بأعلام الهدی (ط-القديمة) ؛النص ؛ص ۴۵

سفر کر کے وہاں پہنچ جاتا ہے وہ امن و امان میں رہتا ہے اور جو لوگ مکہ میں ہیں وہ ابو طالب علیہ السلام کی پناہ میں سکون سے رہتے ہیں اور جناب حمزہ کا اسلام بھی ان کی تقویت کا سبب ہے تو انہوں نے ایک جلسہ کیا اور تمام قریش نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر اتفاق کیا۔ جب ابو طالب علیہ السلام کو یہ خبر ملی تو انہوں نے اولاد ہاشم و عبد المطلب علیہ السلام کو جمع کیا اور انہیں بال بچوں سمیت اس درّہ میں سکونت دی جسے شعب ابی طالب علیہ السلام کہتے تھے اور اولاد عبد المطلب علیہ السلام نے جو مسلمان تھے اور جو غیر مسلمان تھے سب نے حفظ قبیلہ اور ابو طالب علیہ السلام کی فرمانبرداری میں نصرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دم بھرا سوائے ابو لہب کے کہ جس نے انکار کیا اور دشمنوں سے مل گیا۔ اور ابو طالب علیہ السلام نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حفاظتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیڑا اٹھایا اور اس درّہ کے دونوں طرف نگہبان مقرر کیے اور اپنے بیٹے علی علیہ السلام کو رات کا زیادہ حصہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ سُلاتے اور جناب حمزہ علیہ السلام ساری رات تلوار لے کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد رہتے۔ جب کفار نے یہ دیکھا اور سمجھ گئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہیں پہنچ سکتے تو ان کے بڑے لوگوں میں سے چالیس آدمی دار الندوہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے عہد و پیمان باندھا کہ اب اولادِ عبد المطلب علیہ السلام اور بنی ہاشم کے ساتھ نرمی نہ کی جائے اور نہ انہیں رشتہ دیں اور نہ رشتہ لیں اور ان کے ہاتھ کوئی چیز نہ بیچی جائے اور نہ ان سے کچھ خریدا جائے اور نہ ان کے ساتھ کوئی صلح کا رویہ رکھا جائے جب تک وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے قبضہ میں نہ دے دیں تاکہ یہ انہیں قتل کر دیں۔ یہ عہد نامہ مکمل کر کے ایک صحیفہ میں تحریر کیا گیا اور اس پر مہر لگائی گئی اور ام الجلاس جو ابو جہل کی خالہ تھی کے سپرد کیا گیا تاکہ وہ اسے حفاظت سے رکھے۔ قریش کے اس معاہدے سے بنی ہاشم شعب ابو طالب علیہ السلام میں محصور ہوگئے اور اہلِ مکہ میں سے کسی شخص کو ان سے خرید و فروخت کی جرأت نہ رہی سوائے اوقات حج کے کہ جن دنوں میں ہر ایک سے جنگ کرنا حرام تھا اور اس وقت قبائل عرب مکہ میں حاضر ہوتے تھے یہ لوگ بھی شعب ابو طالب علیہ السلام سے باہر آتے اور کھانے کی چیزیں عربوں سے خرید کر کے شعب میں

واپس چلے جاتے اور اگر معلوم ہو جاتا کہ قریش میں سے کسی شخص نے بنی عبد المطلب میں سے کسی کی قربت کی وجہ سے کوئی چیز شعب کی طرف بھیجی ہے تو اس سے مزاحم ہوتے اور اگر شعب میں رہنے والوں میں سے کوئی باہر آتا اور ان کے ہتھے چڑھ جاتا تو اسے سزا دیتے اور شکنجہ میں کستے اور جو لوگ کبھی ان کے لیے کھانے کی چیزیں بھیجتے ان میں سے ابو العاص بن ربیع، ہشام بن عمرو اور حکیم بن حزام بن خویلد جو جناب خدیجہ علیہا السلام کا بھتیجا تھا۔

منقول ہے کہ ابو العاص گندم اور کھجور سے اونٹ لاد کر شعب کے قریب جاتا اور انہیں چھوڑ دیتا۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ ابو العاص نے ہماری دامادی کا حق ادا کیا۔

(مترجم کہتا ہے کہ ابو العاص چونکہ زینب کا شوہر تھا کہ جس کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ وہ جناب خدیجہ علیہا السلام یا ہالہ کی بیٹی تھیں۔)

خلاصہ یہ کہ تین سال تک معاملہ اسی طرح رہا اور کبھی کبھی بھوک کی شدت کی وجہ سے بنی عبد المطلب کے بچوں کی فریاد بلند ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ بعض مشرکین اس عہد و پیمان پر نادم و پشیمان ہوئے اور ان میں سے پانچ افراد نے جو کہ ہشام بن عمرو، زہیر بن امیہ بن مغیرہ، مطعم بن عدی، ابو البختری اور زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد تھے۔ انہوں نے آپس میں عہد و پیمان باندھا کہ وہ اس معاہدہ کو توڑ دیں اور اس صحیفہ کو پھاڑ ڈالیں۔ دوسری صبح جب سرداران قریش کعبہ میں جمع ہوئے اور یہ پانچ افراد بھی آئے اور اس معاملہ پر گفتگو کرنے لگے تو اچانک ابو طالب علیہ السلام اپنے کچھ لوگوں کے ساتھ شعب سے باہر آئے اور کعبہ میں آپہنچے اور مجمع قریش میں بیٹھ گئے۔ ابو جہل نے یہ خیال کیا کہ ابو طالب علیہ السلام کا پیمانۂ صبر ان زحمات و تکالیف کی وجہ سے لبریز ہو گیا ہے جو انہیں شعب میں پہنچی ہیں اور اب اس لیے آئے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیں۔ ابو طالب علیہ السلام نے گفتگو شروع کی اور فرمایا کہ لوگو! میں چاہتا ہوں ایسی بات کہوں جس میں تمہاری بھلائی ہے۔ میرے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ خداوند عالم نے دیمک

کو مقرر کیا ہے کہ وہ اس صحیفہ میں جو ظلم وجور کی داستان لکھی ہے اسے کھا جائے اور خدا کے نام کو باقی رہنے دے۔ اب اس صحیفہ کو لے آؤ اگر وہ سچ کہتا ہے تو پھر تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں اور اپنے مکر و کینہ سے باز آجاؤ اور اگر وہ جھوٹ کہتا ہے تو ابھی میں اسے تمہارے سپرد کر دیتا ہوں تاکہ تم اسے قتل کر دو۔

لوگ کہنے لگے: بڑی اچھی بات ہے۔ پس وہ گئے اور اس صحیفہ کو ام الجلاس سے لے آئے۔ جب اسے کھول کے دیکھا تو تمام صحیفہ کو دیمک کھا چکی تھی سوائے لفظ باسمك اللّٰهم کے جسے زمانہ جاہلیت میں سرناموں پر لکھا کرتے تھے۔ جب ان لوگوں نے دیکھا تو شرمسار ہوئے۔

پس مطعم بن عدی نے صحیفہ کو پھاڑ دیا اور کہنے لگا ہم اس ظلم کرنے اور قطع رحمی کرنے والے صحیفہ سے بیزار ہیں۔ اس وقت ابو طالب علیہ السلام واپس شعب کی طرف چلے گئے۔ دوسرے دن وہ پانچ افراد قریش کے ایک گروہ کے ساتھ شعب میں گئے اور عبد المطلب علیہ السلام کی اولاد کو مکہ میں لے آئے اور انہیں ان کے مکانات میں ٹھہرایا اور وہ تین سال تک شعب میں رہے تھے لیکن مشرکین کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعب سے باہر تشریف لانے کے بعد بھی اپنے پہلے عقیدہ پر رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی سے دست بردار نہ ہوئے اور جتنا ان سے ہو سکا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت و تکلیف دینے میں کوشاں رہے کہ جس کے بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔

وفاتِ حضرت ابو طالب علیہ السلام اور حضرت خدیجہ علیہا السلام

سَن ۶۲۱۳ میں جناب ابو طالب علیہ السلام اور حضرت خدیجہ علیہا السلام کی وفات ہوئی۔ جناب ابو طالب علیہ السلام کی وفات چھبیس رجب بعثت کے دسویں سال کے آخر میں ہوئی اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی مصیبت میں روئے اور جب ان کا جنازہ لئے جا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جنازہ کے آگے آگے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اے چچا! آپ علیہ السلام نے صلہ رحمی کی اور میرے معاملہ میں کوئی کوتاہی نہیں کی، خدا

آپ علیہ السلام کو جزائے خیر دے۔ ابو طالب علیہ السلام کی جلالت شان اور ان کا نصرت و مددِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرنا اور ان کے باقی فضائل اس سے زیادہ ہیں کہ اس مختصر کتاب میں آسکیں۔

اور تین دن بعد یا ایک روایت کی بنا پر پینتیس دن کے بعد حضرت خدیجہ علیہا السلام کی وفات ہوئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے دستِ مبارک سے حجونِ مکہ میں دفن کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو طالب علیہ السلام اور خدیجہ علیہا السلام کی وفات کے بعد اتنے غمگین ہوئے کہ بہت کم گھر سے باہر تشریف لاتے اور اسی لئے اس سال کا نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام الحُزن رکھا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے دونوں بزرگوں کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

أَعَيْنَيَّ جودا بارك الله فيكما على هالكين ما ترىٰ لهما مثلاً
علىٰ سيد البطحاء وابن رئيسها وسيدة النسوان اوّل من صلّى
مصابهما أدجىٰ لى الجوّ والهواء فبتّ أقاسى منهما الهمّ والثكلى
لقد نصرا فى الله دين محمد علىٰ من بغىٰ فى الدين قد رعيا الّا

اے میری دونوں آنکھوں آنسو بہاؤ۔ خدا تم کو برکت دے ان دو مرنے والوں پر کہ تم نے جن کے مثل اور نظیر نہیں دیکھے، بطحاء کے سردار اور اس کے رئیس کے بیٹے پر اور عورتوں کی سردار پر کہ جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی۔ ان کی مصیبت نے میرے لیے فضا کو تاریک بنا دیا ہے۔ میں ان کے ہم و غم اور رونے میں رات گزارتا ہوں۔ یقیناً ان دونوں نے اللہ کی محبت میں دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی جو دین میں بغاوت کرے سو کرتا رہے۔ لیکن انہوں نے تو قرابت کا خیال رکھا۔

نیز آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو طالب علیہ السلام کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

أباطالب عصمة المستجير وغيث المحول ونور الظلم
لقد هدّ فقدك أهل الحفاظ فصلّىٰ عليك ولىّ النعم

ولقاك ربك رضوانه   فقد كنت للطهر من خیر عم[1]

اے ابو طالب علیہ السلام جو پناہ لینے والے کے لیے پناہ تھے اور قحط زدہ کے لیے ابر رحمت اور تاریکیوں کے لیے نور و روشنی، آپ علیہ السلام کی موت نے محفوظ رہنے والوں کو لرزہ بر اندام کر دیا۔ نعمتوں کے مالک کا آپ علیہ السلام پر درود و رحمت ہو اور خدا آپ علیہ السلام کو اپنے رضوان سے ملائے۔ بے شک آپ علیہ السلام طاہر و مطہر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین چچا تھے۔

ابو طالب علیہ السلام کی وفات کے بعد مشرکینِ عرب کی دشمنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ تکلیفیں پہنچانے لگے یہاں تک کہ اس قوم کے ایک بیوقوف نے ان کے اکسانے پر ایک مٹھی مٹی اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر ڈال دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے صبر و تحمل کے کوئی چارہ کار نہ دیکھا۔

سَن ۶۲۱۴ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو دعوت دینے کے لیے طائف تشریف لے گئے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر طائف کا واقعہ اختصار کے ساتھ معجزات کے ضمن میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیاطین و جنات پر غلبہ حاصل کیا تھا ذکر کر چکے ہیں۔

سَن ۶۲۱۴ ہی میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سودہ بنت زمعہ سے نکاح کیا اور یہ پہلی خاتون ہیں کہ جناب خدیجہ علیہا السلام کے بعد جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شادی کی تھی اور جب تک جناب خدیجہ علیہا السلام زندہ تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا۔

---

[1] تذکرۃ الخواص، ابن جوزی، ص ۹

معراج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سَن ۶۲۱۵ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوئی۔ واضح ہو کہ آیاتِ کریمہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ہی رات میں مکہ معظّمہ سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہی اور عرش اعلیٰ تک سیر کرائی اور عجائباتِ خلق آسمان ان کو دکھائے اور رازہائے نہانی اور معارف لامتناہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر القاء کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المعمور میں اور عرش کے نیچے عبادت الٰہی کی اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں داخل ہوئے اور اہل جنت کے منازل کو دیکھا اور احادیث متواتر خاصہ وعامہ دلالت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عروج اور اوپر جانا بدن کے ساتھ تھا نہ کہ صرف روح کے ساتھ اور عالم بیداری میں تھا نہ کہ عالم خواب میں اور قدماء علماء شیعہ کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں: بعض لوگوں نے جو معراج جسمانی میں شک کیا ہے یا تو انہوں نے اخبار و آثارِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کا تتبع نہیں کیا اور یا حجج خدا علیہم السلام کے ارشادات پر اعتماد نہیں کیا اور غیر متدین حکماء کے شبہات پر وثوق کر لیا ہے ورنہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک بااعتقاد شخص کئی ہزار احادیث جو مختلف واسطوں سے اصل معراج، اس کے کیفیات و خصوصیات کے متعلق سے جو کہ تمام کی تمام معراجِ جسمانی میں ظاہر و صریح ہیں اور صرف توھمات یا حکماء کے شبہات کی بناء پر تمام کا انکار کر دے اور ان کی تأویل کرے۔[1]

---

[1]۔ حیات القلوب، مجلسی، ج ۳، ص ۶۹۹، بحار الانوار، ج ۱۸، ص ۲۸۹

اور اگر عرَجتَ به (لے گیا) بعض نسخوں میں عَرَجتَ بِرُوحِهِ (لے گیا روح کو) آیا ہے تو یہ منافات نہیں رکھتا اور یہ اس طرح ہے جیسے آپ کہیں کہ جِئتُكَ بِرُوحِیِ (میں اپنی روح کے ساتھ تیرے پاس آیا) اس بیان کے ساتھ کہ جس کے ذکر کی گنجائش نہیں اور اس کی تفصیل کو ہمارے شیخ علامہ نوریؒ نے تحیۃ الزائر میں ذکر فرمایا ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس پر بھی اتفاق ہے کہ معراج ہجرت سے پہلے واقع ہوئی ہے۔ البتہ سترہ رمضان کی رات کو یا اکیس کی رات کو، ہجرت سے چھ ماہ پہلے یا ماہ ربیع الاول میں، بعثت کے دو سال بعد اس میں اختلاف ہے اور مکان عروج میں بھی اختلاف ہے کہ ام ہانی کا گھر تھا یا شعب ابو طالب علیہ السلام یا مسجد الحرام، اور ارشادِ قدرت ہے:

سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِیٓ أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِۦ لَيۡلٗا مِّنَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ إِلَى ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡأَقۡصَا ٱلَّذِی بَٰرَكۡنَا حَوۡلَهُۥ لِنُرِيَهُۥ مِنۡ ءَايَٰتِنَآۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ[1]

یعنی منزہ ہے وہ خدا کہ جس نے اپنے بندہ کو سیر کرائی رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف وہ مسجد کہ جس کے ارد گرد کو ہم نے برکت دی ہے تا کہ ہم اسے اپنی عظمت و جلال کی نشانیاں دکھائیں بے شک خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مسجد الحرام سے مراد مکہ معظّمہ ہے کیونکہ تمام مکہ محل نماز اور محترم ہے اور مشہور یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ وہ مسجد ہے جو بیت المقدس میں ہے اور بہت سی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مراد بیت المعمور ہے جو چوتھے آسمان پر ہے اور وہ دور ترین مسجد ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا معراج ایک دفعہ ہوئی یا دو دفعہ یا اس سے زیادہ۔

---

[1]۔ سورہ اسراء، آیت ۱

احادیث معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی دفعہ ہوئی اور یہ اختلاف جو احادیث معراج میں ہے اس کو متعدد معراجوں پر حمل کیا جاسکتا ہے۔

علماء نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: عَرَجَ النَّبِيُّ ص مِائَةً وَ عِشْرِينَ مَرَّةً مَا مِنْ مَرَّةٍ إِلَّا وَ قَدْ أَوْصَى اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِيهَا النَّبِيَّ ص بِالْوَلَايَةِ لِعَلِيٍّ وَ الْأَئِمَّةِ ع أَكْثَرَ مِمَّا أَوْصَاهُ بِالْفَرَائِضِ.[1]

خدا تعالیٰ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر لے گیا اور ہر مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور باقی آئمہ طاہرین علیہم السلام کی ولایت وامامت کے متعلق باقی فرائض کی نسبت زیادہ تاکید فرمائی۔

بوصیری کہتا ہے:

سریت من حرم لیلا إلی حرم | کما سری البدر فی داج من الظلم
وبتّ ترقی إلی أن نلت منزلة | من قاب قوسین لم تدرك ولم ترم...[2]

ترجمہ: تُو رات کے وقت ایک حرم سے دوسرے حرم کی طرف گیا، جس طرح چودھویں کا چاند رات کے وقت تاریکیوں میں چلتا ہے۔ پس تو بلند ہوتا گیا یہاں تک کہ قاب قوسین کی منزل کو پایا کہ جسے نہ تو کوئی پایا اور نہ اس کا قصد کرسکا اور تُو تمام انبیاء ورُسُل کے آگے تھا جس طرح مخدوم خادموں سے آگے ہوتا ہے اور تو سات طبق کو پھاڑ کر آگے نکل گیا ایسے موکب میں کہ جن کا تو صاحب علم تھا وہاں پہنچا کہ سبقت کرنے والے کے لیے قرب کی جگہ نہ باقی چھوڑی اور نہ بلندی پر جانے والے کے لیے کوئی سیڑھی۔

---

[1] ۔الخصال؛ ج۲؛ ص۶۰۱، بحار الانوار (ط-بیروت)؛ ج۱۸؛ ص۳۸۷

[2] ۔إثبات الہداۃ بالنصوص والمعجزات؛ ج۱؛ ص۴۴۳

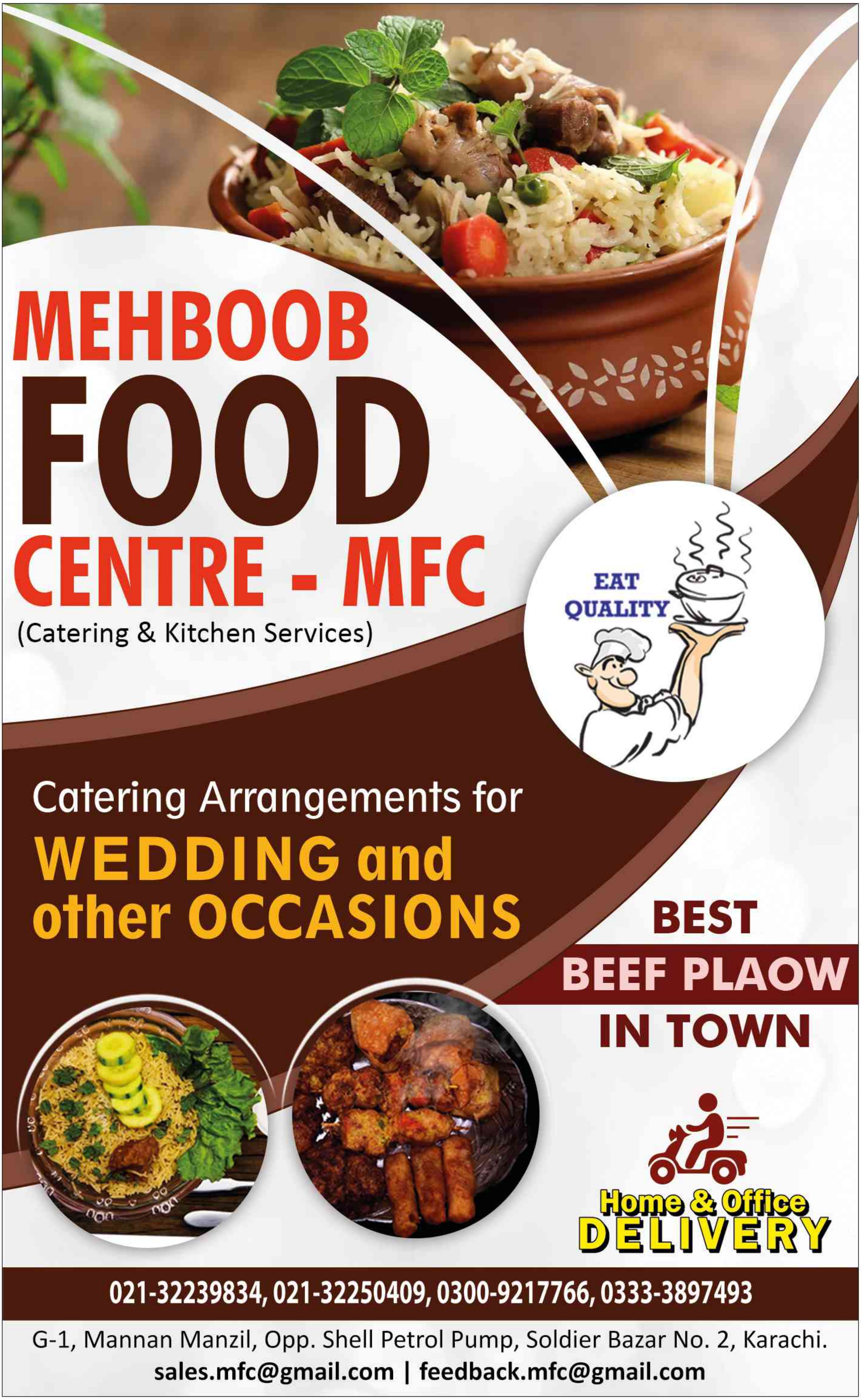
MEHBOOB
FOOD
CENTRE - MFC
(Catering & Kitchen Services)
EAT
QUALITY
Catering Arrangements for
WEDDING and
other OCCASIONS
BEST
BEEF PLAOW
IN TOWN
Home & Office
DELIVERY
021-32239834, 021-32250409, 0300-9217766, 0333-3897493
G-1, Mannan Manzil, Opp. Shell Petrol Pump, Soldier Bazar No. 2, Karachi.
sales.mfc@gmail.com | feedback.mfc@gmail.com

THE BARON HOTEL, LOCATED A FEW MINUTES FROM THE TWO HOLY SHRINES, IS ONE OF THE TALLEST LANDMARKS OF KARBALA OFFERING TRADITIONAL ARAB HOSPITALITY ALONG WITH MODERN DESIGN AND HIGHEST STANDARDS IN LIVING.

A PLACE WHERE HOSPITALITY MEETS SPIRITUALITY

OFFERING FOLLOWING UNIQUE SERVICES:

- **24/7** SHUTTLE SERVICE TO & FROM THE HOLY SHRINES (EVERY 30 MINUTES)
- MEET AND GREET AT **BAGHDAD & NAJAF** AIRPORT
- MULTILINGUAL STAFF
- SPECIALIZED IN HANDLING **SENIOR CITIZENS & SPECIAL NEEDS INDIVIDUALS**
- WE ALSO ORGANIZE **PERSONALIZED ZIARAT PACKAGES** TO MEET ALL YOUR REQUIREMENTS AS AND WHEN REQUIRED

Phone: 00 92 300 824 4093 | 00 964 782 707 2493 | 00 964 782 707 2517
E-Mail: packages@thebaronhotels.com
Web: www.thebaronhotels.com

thebaronkarbala